ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

برکات السماء فی حکم اسراف الماء

بے جا پانی خرچ کرنے کے حکم کے بارے میں آسمانی برکات

تصنیف لطیف:۔
اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

بُرکاتُ السّماء فی حُکمِ اسراف الماء

(بے جا پانی خرچ کرنے کے حکم کے بارے میں آسمانی برکات)

امر پنجم: طہارت میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔

اقول ملاحظہ کلمات علماء سے اس میں چار قول معلوم ہوتے ہیں اُن میں قوی تر دو ہیں، اور فضلِ الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصولِ توفیق اختلاف ہی نہ رہے وباللہ التوفیق۔

(۱) مطلقاً حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اُس وقت بھی بلاوجہ صرف گناہ وناروا ہے، یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرما کر ضعیف کر دیا، اور اسی طرح دیگر محققین شافعیہ نے اُس کی تضعیف کی۔

(۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلاف سنّت ہے، حلیہ و بحر الرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمہ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی و امام فقیہ النفس سے بھی اُس کا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کی طرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

اجمع العلماء علی النھی عن الاسراف فی الماء ولوکان علی شاطئ البحر والاظھر انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام[1]

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ پانی میں اسراف منع ہے اگرچہ سمندر کے کنارے پر ہو، اور اظہر یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اسراف حرام ہے۔ (ت)

غنیہ وحلیہ میں فرمایا:

م لایسرف فی الماء[2] ش ای لایستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ[3]

(م کے تحت متن کے الفاظ ہیں ش کے تحت شرح کے ۱۲م) م پانی میں اسراف نہ کرے

ف: **مسئلہ** وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنف کی تحقیق منفرد۔

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب القدر المستحب من الماء الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۰۴

[2] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

وان كان على شط نهر جار[1] ش ذكر شمس الائمة الحلوانى انه سنة وعليه مشى قاضى خان وهو اوجه كما هو غير خاف فالاسراف يكون مكروها كراهة تنزيه وقد صرح النووى انه الاظهر وحكى حرمة الاسراف عن بعض اهل مذهبه وعبارة بعض المتأخرين منهم و الزيادة فى الغسل على الثلث مكروه على الصحيح وقيل حرام وقيل خلاف الاولى[2]

ش یعنی حاجتِ شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال نہ کرے م اگرچہ بہتے دریا کے کنارے ش شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ یہ سنت ہے۔ اسی پر قاضی خاں چلے اور یہ اَوجہ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اسراف مکروہ تنزیہی ہوگا۔ اور امام نووی نے اس کے اظہر ہونے کی تصریح کی اور اسراف کا حرام ہونا اپنے بعض اہلِ مذہب سے حکایت کیا۔ اور ان حضرات شافعیہ کے بعض متاخرین کی عبارت یہ ہے: تین بار سے زیادہ دھونا صحیح قول پر مکروہ ہے اور کہا گیا کہ حرام ہے اور کہا گیا کہ خلافِ اَولیٰ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الاسراف هو الاستعمال فوق الحاجة الشرعية وان كان على شط نهر وقد ذكر قاضى خان تركه من السنن ولعله الاوجه فيكون مكروها تنزيها[3]

اسراف یہ ہے کہ حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال کرے اگرچہ دریا کے کنارے ہو، اور قاضی خاں نے ذکر کیا ہے کہ اس کا ترک سنت ہے اور شاید یہی اَوجہ ہے تو اسراف مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

(۳) مطلقاً مکروہ تک نہیں، نہ تحریمی نہ تنزیہی، صرف ایک ادب وامرِ مستحب کے خلاف ہے۔ بدائع امام ملک العلما ابوبکر مسعود و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترکِ اسراف کو صرف آداب و مستحبات سے شمار کیا سُنّت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔

حلیہ میں ہے:

قال فى البدائع والادب فيما بين الاسراف والتقتير اذ الحق بين الغلو و

بدائع میں فرمایا ادب اسراف اور تقتیر (زیادتی اور کمی) کے درمیان ہے اس لئے کہ حق غلو اور

---

[1] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۹
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹

19 التقصیر قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطہا انتہی و ذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ[1]

تقصیر (حد سے تجاوز اور کوتاہی) کے مابین ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کاموں میں بہتر درمیانی ہیں، انتہی۔ اور امام حلوانی نے ذکر فرمایا کہ ترکِ اسراف سنّت ہے تو قولِ اول کی بنیاد پر اسراف مکروہ نہ ہوگا اور ثانی کی بنیاد پر مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

بحر میں ہے:

فی فتح القدیر ان المندوبات نیف و عشرون ترک الاسراف والتقتیر وکلام الناس[2] الخ فعلی کونہ مندوبا لایکون الاسراف مکروھا وعلی کونہ سنۃ یکون مکروھا تنزیھا۔

فتح القدیر میں ہے کہ مندوباتِ وضو بیس[2] سے زیادہ ہیں۔ اسراف وتقتیر اور کلام دنیا کا ترک الخ۔ تو ترک مندوب ہونے کی صورت میں اسراف مکروہ نہ ہوگا اور سنّت ہونے کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

غنیہ میں ہے:

(و) من الاداب (ان لایسرف فی الماء) کان ینبغی ان یعدہ فی المناھی لان ترک الادب لاباس بہ[3]

(اور) آداب میں سے یہ ہے کہ (پانی میں اسراف نہ کرے) اسے ممنوعات میں شمار کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ ترکِ ادب میں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اقول طہارت[ف] میں ترکِ اسراف کا صرف ایک ادب ہونا مذہب و ظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضو میں ایک جنس سنن و آدابِ وضو میں وضع کی اس میں فرمایا:

ف: تطفل علی الغنیۃ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ومن الآداب ان لیستاک سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴

اما سنن الوضوء فنقول من السنة غسل الیدین الی الرسغین ثلثا[1] الخ۔

لیکن وضو کی سنتیں، تو ہم کہتے ہیں سنت ہے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھونا الخ (ت)

پھر سنتیں گنا کر فرمایا:

واما اداب الوضوء فی الاصل من الادب ان لا یسرف فی الماء ولا یقتر وان یشرب فضل وضوئه او بعضه قائما او قاعدا مستقبل القبلة[2] الخ۔

رہے آدابِ وضو، تو اصل (مبسوط) میں ہے کہ ادب یہ ہے کہ پانی میں نہ اسراف کرے نہ کمی کرے اور اپنے وضو کا بچا ہُوا کُل یا کچھ پانی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قبلہ رُو پی جائے الخ (ت)

اُسی کا بدائع وفتح القدیر وغنیہ وخلاصہ وہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اس سے زائد کس کا اتباع تھا تو اس پر مواخذہ محض بے محل ہے واللہ الموفق۔

(۴) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائے گا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔
مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا، علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور اسی کو امام قاضی خاں وامام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے ان کی مراد سنت مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیہ کلام منتقی بتایا کہ اُس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اقول اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوٰی سے مستفاد

لفحواها اذ المفاهیم معتبرة فی الکتب کما فی الدر والغمز والشامی وغیرها ولقضیة دلیلها ایضا کما لا یخفی۔

اس کے مضمون وسیاق کے پیش نظر کیونکہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے جیسا کہ درمختار، غمز العیون اور شامی وغیرہا میں ہے ___ اور اس کے مقتضائے دلیل کے پیش نظر بھی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

ف: المفاهیم معتبرة فی الکتب بالاتفاق۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارت الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۱
[2] " " " " " " ۱/۲۵

شرح تنویر میں ہے:

بل فی القہستانی معزیا للجواھر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتأمل۔[1]

بلکہ قہستانی میں جواہر کے حوالے سے ہے کہ بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی بے کار نہ جائے گا، تو تأمل کرو۔ (ت)

پھر فرمایا:

مکروھہ الاسراف فیہ تحریما لو بماء النھر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطھر بہ ومنہ ماء المدارس فحرام۔[2]

پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر دریا کا پانی یا اپنی ملکیت کا پانی استعمال کرے لیکن طہارت حاصل کرنے والوں کے لئے وقف شدہ پانی ہو جس میں مدارس کا پانی بھی داخل ہے تو اسراف حرام ہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

صرح الزیلعی بکراھتہ وفی المنتقی انہ من المنھیات فتکون تحریمیۃ۔[3]

امام زیلعی نے اس کے مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی اور منتقی میں اسے منہیات سے شمار کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

منحۃ الخالق میں نہر سے ہے:

الظاھر انہ مکروہ تحریما اذ اطلاق الکراھۃ مصروف الی التحریم فما فی المنتقی موافق لما فی السراج[عـہ] و

ظاہر یہ ہے کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ کراہت مطلق بولی جائے تو تحریمی کی جانب پھیری جاتی ہے تو منتقی کا کلام سراج کے مطابق ہے اور

عـہ قال فی المنحۃ صوابہ لما فی الخانیۃ کما لا یخفی اذ لا ذکر للسراج فی قولہ

منحۃ الخالق میں ہے صحیح یہ کہنا ہے کہ "خانیہ کے مطابق" جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لئے کہ سراج کا کوئی تذکرہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

۱ الدر المختار	کتاب الطہارۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۲
۲ "	"	"	۱/۲۴
۳ البحر الرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۲۹

المراد بالسنۃ المؤکدۃ لاطلاق — سنّت سے مراد سنّتِ مؤکدہ ہے اس لئے کہ اسراف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولا فی الشارح[1] ای صاحب البحر، وانا اقول ھذا بعید خطا ومعنی، اما الاول فظاھر اذ لا مناسبۃ بین لفظی السراج والخانیۃ، واما الثانی ف فلان النھر فرع موافقۃ المنتقی المصرح بکونہ من المنھیات علی اطلاق الکراھۃ فان مطلقھا یحمل علی التحریم ولا ذکر للکراھۃ فی عبارۃ الخانیۃ نعم اراد توجیہ ما فی الخانیۃ الی ما استظھرہ بقولہ بعدُ والمراد بالسنۃ[2] الخ والاقرب خطا ومعنی بل الذی یجزم السامع بانہ ھو الواقع فی اصل نسخۃ النھر فحرفہ الناسخ ان نقول صوابہ لما فی الشرح و المراد بالشرح التبیین شرح

نہ تو کلامِ نہر میں ہے نہ کلامِ شارح یعنی کلامِ بحر میں ہے۔ اقول یہ خط اور معنی دونوں اعتبار سے بعید ہے اول تو ظاہر ہے اس لئے کہ لفظ "سراج" اور لفظ "خانیہ" میں کوئی مناسبت نہیں۔ اور ثانی اس لئے کہ کلام منتقی جس میں اسراف کے منہیات سے ہونے کی تصریح ہے اس کی کلام دیگر کے ساتھ مطابقت کی تفریع صاحبِ نہر نے اس پر فرمائی ہے کہ کراہت مطلق بولی جاتی ہے تو کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے اور عبارت خانیہ میں کراہت کا کوئی تذکرہ نہیں۔ ہاں انھوں نے کلام خانیہ کی توجیہ اس عبارت سے کرنی چاہی ہے جو بعد میں لکھی ہے کہ سنت سے مراد سنتِ مؤکدہ ہے الخ۔ رسم الخط اور معنی دونوں لحاظ سے قریب تر بلکہ جسے سننے کے بعد سامع جزم کرے کہ یقیناً نہر کے اصل نسخہ میں یہی ہوگا اور کاتب نے تحریف کردی ہے۔ یہ ہے کہ ہم کہیں صحیح عبارت "موافق لما فی الشرح" ہے، یعنی کلام منتقی اس کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹
[2] "" "" "" ""

www.alahazratnetwork.org

النھی عن الاسراف وبه یضعف جعله مندوبا[1]۔

سے مطلقًا نہی ہے اور اسی سے اُسے مندوب قرار دینا ضعیف ہوجاتا ہے۔(ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی یہاں تحقیق مقام وتنقیح مرام وتصحیح احکام ونقض وایرام کے لئے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں۔

التنبیه الاوّل عرض العلامة الشامی نور قبرہ السامی بالمحقق صاحب البحرانه تبع قولا لیس لاحد من اھل المذھب حیث قال "قوله تحریما الخ نقل ذلک فی الحلیة عن بعض المتأخرین من الشافعیة وتبعه علیه فی البحر وغیرہ[2] الخ۔

تنبیہ (ا) علامہ شامی نور قبرہ السامی نے محقق صاحبِ بحر پر تعریض فرمائی کہ انہوں نے ایک ایسے قول کا اتباع کرلیا جو اہلِ مذہب میں سے کسی کا نہیں، اس طرح کہ وہ درمختار کے قول تحریما الخ کے تحت لکھتے ہیں، اسے حلیہ میں بعض متاخرین شافعیہ سے نقل کیا ہے جس کی پیروی صاحبِ بحر وغیرہ نے کرلی ہے الخ۔

اقول لم یتبعه البحر بل[ف]

اقول صاحبِ بحر نے اس کی پیروی

ف: معروضة اخرٰی علیه۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مشروح البحر والنھر الکنز للامام الزیلعی فانه ھو الذی صرح بالکراھة واطلقھا ونقله البحر وقرنه بکلام المنتقی واللہ تعالٰی اعلم اھ عفی عنه۔

مطابق ہے جو شرح میں ہے۔ اور شرح سے مراد امام زیلعی کی تبیین الحقائق ہے جو البحر الرائق اور النہر الفائق کے متن کنز الدقائق کی شرح ہے۔ اسی میں کراہت کی صراحت اور اطلاق ہے اسی کو صاحبِ بحر نے نقل کیا اور اس کے ساتھ منتقٰی کا کلام ملادیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق | کتاب الطہارۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۲۹

[2] رد المحتار | " | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۱/۸۹

www.alahazratnetwork.org

استوجه كراهة التنزيه ثم نقل عن الزيلعي كراهته وعن المنتقى النهي عنه وافاد ان مقتضاه كراهة التحريم وهذا ليس اختيارا له بل اخبار عما يعطيه كلام المنتقى كما اخبر اولا ان قضية عدم الفتح تركه من المندوبات عدم كراهته اصلا فليس فيه ميل اليه فضلا عن الاتباع عليه ولاسيما ليس في كلامه التنصيص بجريان الحكم في الماء الجاري والاطلاق لايسد ههنا مسد الافصاح بالتعميم للفرق البين بالتضييع وعدمه فكيف يجعل متابعا للقول الاول وعن هذا ذكرنا كلا من قضية كلام المنع في القول الرابع دون الاول اذ لاينسب الا الى من يفصح بشمول الحكم النهر ايضا نعم تبعه عليه في الغنية اذ قال الاسراف مكروه بل حرام وان كان على شط نهر جار لقوله تعالى ولا تبذر

نہیں کی بلکہ انھوں نے مکروہ تنزیہی ہونے کو اَوجَہ کہا پھر امام زیلعی سے اس کا مکروہ ہونا اور منتقی سے منہی عنہ ہونا نقل کیا اور افادہ کیا کہ اس کا مقتضا کراہت تحریم ہے۔ یہ اس قول کو اختیار کرنا نہ ہوا بلکہ کلام منتقی سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے اسے بتانا ہوا جیسے اس سے پہلے انھوں نے بتایا کہ صاحبِ فتح کے ترک اسراف کو مندوبات سے شمار کرنے کا مقتضا یہ ہے کہ اسراف بالکل مکروہ نہ ہو تو اس میں اس کا اتباع درکنار اس کی جانب میلان بھی نہیں، خصوصاً جبکہ ان کے کلام میں آبِ رواں کے اندر حکم اسراف جاری ہونے کی تصریح بھی نہیں۔ اور مطلق بولنا اس مقام پر حکم کو صاف صریح طور پر عام قرار دینے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ پانی کو ضائع کرنے اور نہ کرنے کا بیّن فرق موجود ہے تو انھیں قول اول کا متبع کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے ـــ اسی لئے جن حضرات کے کلام کا مقتضا ممانعت ہے انھیں ہم نے قول چہارم میں ذکر کیا، قول اول کے تحت ذکر نہ کیا اس لئے کہ قولِ اوّل اسی کی جانب منسوب ہو سکتا ہے جو صاف طور پر اس کا قائل ہو کہ اسراف کا حکم دریا کو بھی شامل ہے ـــ ہاں اس قول کی پیروی غنیہ میں ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اسراف مکروہ بلکہ حرام ہے اگرچہ نہر جاری کے کنارے ہو اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے

www.alahazratnetwork.org

ف: معروضة ثالثة عليه

تبذیرا[1] اھ۔

التنبیہ الثانی کان عرض[ف] علی البحر واتی بالتصریح علی الدر فقال ما ذکرہ الشارح ھنا فقد علمت انہ لیس من کلام مشائخ المذھب[2] اھ۔

اقول والدر[ف] ایضا مصفی عن ھذا الکدر کدر مکنون وانما اغتر المحشی العلامۃ بقولہ لو بماء النھر و لم یفرق بین تعبیری التوضی من النھر وبماء النھر وھذا ما کتبت ھھنا علی الدر قولہ لو بماء النھر:

اقول ای فی الارض لا فی النھر واراد تعمیم الماء المباح والمملوک اخراجا للماء الموقوف فلا ینافی ما قدمہ عن القھستانی عن الجواھر[3] اھ ما کتبت علیہ۔

ولا تبذر تبذیرا اور فضول خرچی نہ کر اھ۔ (ت)

تنبیہ (۲) صاحبِ بحر پر تو تعریض کی تھی اور صاحبِ درمختار کے معاملہ میں تو تصریح کردی اور لکھا کہ "شارح نے یہاں جو بیان کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ مشائخ مذہب میں سے کسی کا کلام نہیں" اھ

اقول اس کدورت سے دُر بھی کسی دُرِ مکنون کی طرح صاف ہے — علامہ محشی کو درمختار کے لفظ "لو بماء النھر" سے دھوکا ہوا اور التوضی من النھر اور التوضی بماء النھر (دریا سے وضو کرنا اور دریا کے پانی سے وضو کرنا) کی تعبیروں میں فرق نہ کرسکے۔ یہاں دُرِ مختار کے قول "لو بماء النھر" پر دیکھا کہ میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

اقول (پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے طہارت حاصل کرے) یعنی نہر کے پانی سے زمین میں (وضو کرے) نہر کے اندر نہیں انھوں نے وقف شدہ پانی کو خارج کرنے کے لئے حکم آب مباح اور آب مملوک کو عام کرنا چاہا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں جو وہ قہستانی کے حوالے سے جواہر سے سابقاً نقل کرچکے اھ۔

میرا حاشیہ ختم ہوا۔

www.alahazratnetwork.org

ف: **معروضۃ** رابعۃ علیہ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ومن الآداب ان یستاک سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴ و ۳۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰

[3] جد الممتار علی ردالمحتار " المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ (ہند) ۱/ ۹۹

ومما اكد الاشتباه على العلامة المحشي ان المحقق الحلبي في الحلية نقل مسألة الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارة الشافعي المتأخر فتمامها بعد قوله مكروه على الصحيح وقيل حرام وقيل خلاف الاولٰى ومحل الخلاف ما اذا توضأ من نهر او ماء مملوك له فان توضأ من ماء موقوف حرمت الزيادة والسرف بلاخلاف لان الزيادة غير ماذون فيها وماء المدارس من هذا القبيل لانه انما يوقف ويساق لمن يتوضؤ الوضوء الشرعي ولم يقصد اباحتها لغير ذٰلك اھ[1]

اور علامہ شامی کے اشتباہ کو تقویت اس سے بھی ملی کہ محقق حلبی نے آب موقوف اور آب مدارس کا مسئلہ شافعی متاخر کی عبارت سے نقل کیا کیونکہ ان شافعی کے قول "مکروہ بر قولِ صحیح، اور کہا گیا حرام اور کہا گیا خلافِ اولٰی" کے بعد ان کی بقیہ عبارت یہ ہے: اور محلِ اختلاف وہ صورت ہے جب نہر سے وضو کیا ہو یا اپنی ملکیت کے پانی سے کیا ہو تو زیادتی و اسراف بلا اختلاف حرام ہے اس لئے کہ زیادتی کی اجازت نہیں اور مدارس کا پانی اسی قبیل سے ہے اس لئے کہ وہ ان لوگوں کے لئے وقف ہوتا اور لایا جاتا ہے جو اس سے وضوئے شرعی کریں اور ان کے علاوہ کے لئے اس کی اباحت مقصود نہیں ہوتی اھ۔

ثم رأى المسألتين في عبارة البحر والدر ورأى الحكم فيهما بكراهة التحريم فسبق الى خاطره انهما تبعا قيل التحريم العام وليس كذٰلك فان حرمة الاسراف في الاوقات مجمع عليها وقد غيرا في التعبير بما يبرئهما عن تعميم التحريم، فلم يقولا توضأ من نهر بل قال البحر هذا اذا كان

پھر علامہ شامی نے یہ دونوں مسئلے بحر اور در کی عبارتوں میں بھی دیکھے یعنی یہ کہ ان دونوں میں کراہت تحریم کا حکم موجود ہے۔ تو ان کا ذہن اس طرف چلا گیا کہ دونوں نے تحریم عام کے قول کی پیروی کرلی ہے۔ حالاں کہ ایسا نہیں۔ اس لئے کہ اوقاف میں اسراف کی حرمت اجماعی ہے اور دونوں حضرات نے تعبیر میں اتنی تبدیلی کردی جس کے باعث تحریم کو عام قرار دینے سے بری ہوگئے۔ تو ان حضرات نے "توضأ من نهر" (دریا سے وضو کیا) نہ کہا بلکہ بحر نے کہا: ھذا اذا کان

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

ماء نهر[1] وقال الدر لو بماء النهر[2] والفرق فی التعبيرين لايخفى على المتأمل۔

ماء نہر (یہ حکم اس وقت ہے جب دریا کا پانی ہو الخ) اور صاحبِ درمختار نے کہا، لو بماء النھر (اگر دریا کے پانی سے وضو کرے الخ) اور تامل کرنے والے پر دونوں تعبیروں کا فرق مخفی نہیں۔

وبيان ذلك على ما **اقول** ان التوضئ من النهر وان لم يدل مطابقة الا على التوضی بالاغتراف منه لكن يدل عرفا على نفی الواسطة فمن ملأ كوزا من نهر واغترف عند التوضی من الكوز لايقال توضأ من النهر بل من الكوز الا على ارادة حذف ای بماء ماخوذ من النهر والتوضی من نهر بلا واسطة انما يكون فی متعارف الناس بان تدخل النهر او تجلس على شاطئه وتغترف منه بيدك وتتوضأ فيه فوقوع الغسالة فی النهر هو الطريق المعروف للتوضی من النهر فيدل عليه دلالة التزام للعرف المعهود

اقول اس کی توضیح یہ ہے کہ التوضی من النھر (دریا سے وضو کرنا) اگر معنی مطابقی کے لحاظ سے یہی بتاتا ہے کہ اس سے ہاتھ یا برتن میں پانی لے کر وضو کرنا — لیکن عرفاً اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس سے بغیر کسی واسطہ کے وضو کرنا تو اگر کسی نے برتن میں دریا سے پانی بھر لیا اور وضو کے وقت برتن سے ہاتھ میں پانی لے کر وضو کیا تو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا سے وضو کیا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ برتن سے وضو کیا۔ مگر حذف مراد لے کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ دریا سے — یعنی دریا سے لئے ہوئے پانی سے وضو کیا — اور نہر سے بلاواسطہ وضو کرنے کی صورت لوگوں کے عرف میں یہ ہوتی ہے کہ کوئی دریا کے اندر جاکر ________ یا اس کے کنارے بیٹھ کر اس سے ہاتھ میں پانی لیتے ہوئے اسی میں وضو کرے کہ غسالہ دریا ہی میں گرے یہی نہر سے وضو کا معروف طریقہ ہے کہ غسالہ اسی میں گرتا ہے تو عرف معلوم کے سبب اس پر اس

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] الدر المختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴

www.alahazratnetwork.org

بخلاف التوضی بماء النهر فلا دلالة له علی وقوع الغسالة فی شیئ اصلا الا تری ان من توضأ فی بیته بماء جُلب من النهر تقول توضأ بماء النهر لا من النهر هذا هو العرف الفاشی، والفرق فی الاسراف بین الماء الجاری وغیره بانه تضییع فی غیره لا فیه، انما یبتنی علی وقوع الغسالة فیه ولا مدخل فیه للاغتراف، فمن ملأ جرة من نهر وسکبها علی الارض من دون نفع فقد ضیع وان افرغ جرة عنده فی نهر لم یضیع والدال علی هذا المبنی هو لفظ من نهر لا لفظ بماء النهر کما علمت، ففی الاول تکون دلالة علی تعمیم التحریم لا فی الثانی هذا هو الفارق بین تعبیر ذلک الشافعی وتعبیر البحر والدر وحینئذ یجد الدر معه الجواهر و المنتقی والنهر وغیرها فلا یکون

لفظ کی دلالت التزامی پائی جائے گی — اور التوضی بماء النہر (دریا کے پانی سے وضو کرنے) کا مفہوم یہ نہیں ہوتا اس لفظ کی دلالت کسی چیز کے اندر غسالہ کے گرنے پر بالکل نہیں ہوتی ۔ دیکھئے اگر کسی نے اپنے گھر میں اُس پانی سے وضو کیا جو دریا سے لایا گیا تھا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا کے پانی سے وضو کیا اور یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا سے وضو کیا ۔ یہی عام مشہور عرف ہے ۔ آبِ رواں اور غیر رواں کے درمیان اسراف میں یہ فرق کہ غیر جاری میں پانی برباد ہوتا ہے اور جاری میں برباد نہیں ہوتا ، اس کی بنیاد غسالہ کے اس کے اندر گرنے ہی پر ہے — اور اس فرق میں ہاتھ یا برتن سے پانی لینے کو کوئی دخل نہیں کیوں کہ اگر کسی نے دریا سے گھڑا بھر کر زمین پر بے فائدہ بہا دیا تو اس نے پانی برباد کیا — اور اگر اپنے پاس کا بھرا ہوا گھڑا دریا میں اُنڈیل دیا تو اس نے پانی برباد نہ کیا اور اس بنیاد کو بتانے والا لفظ وہی "من نہر" (دریا سے) ہے "بماء النہر" (دریا کے پانی سے) نہیں جیسا کہ واضح ہوا ۔ تو من نہر کہنے میں اس پر دلالت ہوتی ہے کہ حکم تحریم دریا سے وضو کو بھی شامل ہے اور بماء النہر کہنے میں یہ دلالت نہیں ہوتی ۔ یہی فرق ہے ان شافعی کی تعبیر میں اور بحر و دُر کی تعبیر میں — اور جب ایسا ہے تو صاحب دُر اپنے ساتھ جواہر کو بھی پائیں گے اور ملتقی و نہر وغیرہا کو بھی — تو وہ غیر مذہب کے کسی

www.alahazratnetwork.org

متبعا لقيل فی غیر المذھب ۔
اقول ف بتحقیقنا ھذا اظھر الجواب عما اخذ بہ الامام المحقق الحلبی فی الحلیۃ علی المشائخ حیث یطلقون ھھنا من مکان فی یقولون توضأ من حوض من نھر من کذا ویریدون وقوع الغسالۃ فیہ قال فی المنیۃ[1] اذا کان الرجال صفوفا یتوضؤن من حوض کبیر جاز[2] قال فی الحلیۃ التوضی منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ ووقوع غسالاتھم فیہ ھو مقصود الافادۃ واطال فی ذلک وکررہ فی مواضع من کتابہ وھو من باب التدقیق والمشائخ یتساھلون باکثر من ھذا فکیف وھو المفاد من جھۃ المعتاد ۔

قولِ ضعیف کی پیروی کرنے والے نہ ہوں گے ۔
اقول ہماری اسی تحقیق سے اس کا جواب بھی واضح ہوگیا جو امام محقق حلبی نے حلیہ میں حضرات مشائخ پر گرفت کی ہے اس طرح کہ وہ حضرات یہاں "فی" (میں) کی جگہ "من" (سے) بولتے ہیں کہتے ہیں توضأ من حوض، من نھر، من کذا (حوض سے، دریا سے، فلاں سے وضو کیا) اور مراد یہ لیتے ہیں کہ غسالہ اسی میں گرا ۔ منیہ میں لکھا: جب بہت سے لوگ قطاروں میں کسی بڑے حوض سے وضو کریں تو جائز ہے ــــ اس پر حلیہ میں لکھا، حوض سے وضو کرنا قطعی طور پر اس بات کو مستلزم نہیں کہ غسالہ اسی میں گرے بخلاف حوض میں وضو کرنے کے ــــ اور لوگوں کا غسالہ اس میں گرنا ہی یہی بتانا مقصود ہے ــــ اس اعتراض کو بہت طویل بیان کیا ہے اور اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر بار بار ذکر کیا ہے حالاں کہ یہ عبارت میں بے جا تدقیق کے باب سے ہے۔ حضرات مشائخ تو اس سے بہت زیادہ تسامح سے کام لیتے ہیں پھر اس میں کیا جب کہ عرفِ عام اور طریق معمول کا مفاد بھی یہی ہے ۔(ت)

ف : تطفل علی الحلیۃ

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۷
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

تنبیہ (۳) علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم و اخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر سے یہ جواب دیا کہ ترک اسراف کو ادب یا مستحب گننا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہِ تنزیہی بھی نہ ہُوا کہ آخر خلافِ مستحب ہے اور خلافِ مستحب خلافِ اولٰی اور خلافِ اولٰی مکروہِ تنزیہی۔

قال فی المنحۃ قال فی النھر لا نسلم ان ترك المندوب غیر مکروہ تنزیھا لما فی فتح القدیر من الجنائز و الشھادات ان مرجع کراھۃ التنزیہ خلاف الاولی ولا شك ان تارك المندوب اٰت بخلاف الاولی اھ[1]

منحۃ الخالق میں ہے نہر میں کہا، ہم اسے نہیں مانتے کہ ترک مندوب، مکروہ تنزیہی نہیں اس لئے کہ فتح القدیر میں جنائز اور کتاب الشہادات میں لکھا ہے کہ کراہت تنزیہ کا مآل خلافِ اولٰی ہے اور مندوب کو ترک کرنے والا بلاشبہہ خلافِ اولٰی کا مرتکب ہے اھ۔ (ت)

یہی جواب کلامِ بدائع پر محقق حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اُسے مقرر رکھا اور رد المحتار میں صراحۃً اُس کا اتباع کیا،

حیث قال مامشی علیہ فی الفتح و البدائع وغیرھما من جعل ترکہ مندوبا فیکرہ تنزیھا[2] اھ۔

اس طرح وہ کہتے ہیں: جس پر فتح، بدائع وغیرہما میں گئے ہیں وہ یہ ہے کہ ترک اسراف کو مندوب قرار دیا ہے تو وہ اسراف تنزیہی ہوگا اھ (ت)

اقول و باللہ استعین (میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ت)

اوّلاً ف یہ معلوم کیجئے کہ مکروہ تنزیہی کی تحدید میں کلماتِ علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی، فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ کا مرجع خلافِ اولٰی ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہِ تنزیہی ہونا چاہیے۔ درمختار آخر مکروہاتِ نماز میں ہے،

یکرہ ترك کل سنۃ و مستحب[3]۔

ہر سنّت و مستحب کا ترک مکروہ ہے۔ (ت)

ف: مکروہ تنزیہی کی تحدید میں عُلماء کا اختلاف اور عبارات میں اضطراب۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] رد المحتار کتاب الطہارۃ مطلب فی الاسراف فی الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۰

[3] الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

اور بہت محققین کراہت کے لئے دلیل خاص یا صیغۂ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی طلب غیر حتمی پر دال ہو۔

اقول ولو قطعی الثبوت فان المدار علی ماذکرنا من حال الطلب کما قدمنا تحقیقہ فی الجود الحلو وان قال فی الحلیۃ من صدر الکتاب "المنھی خلاف المامور فان کان النھی المتعلق بہ قطعی الثبوت والدلالۃ فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالۃ او بالعکس فمکروہ تحریما وان کان ظنی الثبوت والدلالۃ فمکروہ تنزیھا اھ[1]۔

اقول اگرچہ دلیل قطعی الثبوت ہو اس لئے کہ مدار اسی پر ہے جسے ہم نے ذکر کیا یعنی یہ کہ طلب کا حال کیا ہے حتمی ہے یا غیر حتمی، جیسا کہ اس کی تحقیق الجود الحلو میں ہم کرچکے۔ اگرچہ حلیہ کے اندر شروع کتاب میں یہ لکھا ہے "منہی، مامور کا مخالف ہے۔ اگر اس سے تعلق رکھنے والی نہی ثبوت اور دلالت میں قطعی ہو تو وہ حرام ہے۔ اور اگر ثبوت میں ظنی ہو دلالت میں نہیں، یا برعکس صورت ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر ثبوت و دلالت میں ظنی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اھ۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترکِ مستحب مکروہ نہ ہوگا۔ مجمع الانہر باب الاذان میں ہے:

لاکراھۃ فی ترك المندوب[2]۔

ترکِ مندوب میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

اضطراب یہ کہ جن صاحبِ فتح قدس سرہٗ نے جابجا تصریح فرمائی کہ خلافِ اولیٰ مکروہ تنزیہی ہے اور اوقاتِ مکروہہ نماز میں فرمایا کہ جانبِ ترک میں مکروہ تنزیہی جانبِ فعل میں مندوب کے رتبہ میں ہے:

حیث قال التحریم فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب والتنزیہ برتبۃ المندوب[3]

ان کے الفاظ یہ ہیں، تحریم رتبہ میں فرض کے مقابل ہے اور کراہت تحریم رتبہ میں واجب کے مقابل اور کراہت تنزیہ مندوب کے رتبہ میں ہے (ت)

ف۱: تطفل علی الحلیۃ

ف۲: تطفل ما علی الفتح۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلوٰۃ باب الاذان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۵

[3] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت فصل فی الاوقات المکروہۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۲

اُنھیں نے تحریر الاصول میں فرمایا کہ مکروہِ تنزیہی وہ ہے جس میں صیغۂ نہی وارد ہو اور جس میں نہی نہیں وہ خلافِ اولٰی ہے اور کراہت تنزیہ کا مرجع خلافِ اولٰی کی طرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بناپر ہے

حیث قال فی الباب الاول من المقالة الثانیة من التحریر مسألة اطلاق المامور به علی المندوب ما نصہ "المکروہ منھی ای اصطلاحا حقیقة مجازًا لغة و المراد تنزیھا ویطلق علی الحرام وخلاف الاولٰی مما لاصیغة فیہ والا فالتنزیھیة مرجعھا الیہ"[1]

اس طرح کہ تحریر الاصول مقالۂ دوم کے باب اول مسألہ اطلاق المامور بہ علی المندوب کے تحت لکھا: مکروہ اصطلاح میں حقیقۃً منہی ہے اور لغت میں مجازًا ___ اور مکروہ سے مراد تنزیہی ہے اور اس کا اطلاق حرام پر بھی ہوتا ہے اور اس خلافِ اولٰی پر بھی جس سے متعلق صیغۂ نہی وارد نہیں ورنہ کراہت تنزیہ کا مرجع وہی ہے (جس میں صیغۂ نہی وارد ہو)۔ (ت)

جس حلیہ[ف1] میں یہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ[2] (اسراف کو خلافِ ادب ٹھہرانے والے قول پر اسراف مکروہ نہ ہوگا۔ ت) اُسی کے صدر میں ہے:

المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولٰی والظاھر انھما متساویان[3]

مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے۔ (ت)

جس غنیہ[ف2] کے اوقات (نماز) میں باتباع فتح تصریح فرمائی کہ التنزیھیة مقابلة المندوب[4] (کراہتِ تنزیہیہ بمقابلۂ مندوب ہے۔ ت) اُسی کے مکروہاتِ صلوٰۃ میں فرمایا:

الفعل ان تضمن ترک واجب فھو مکروہ کراھة تحریم وان تضمن ترک سنة فھو مکروہ

فعل اگر ترکِ واجب پر مشتمل ہو تو مکروہِ تحریمی ہے اور ترکِ سنت پر مشتمل ہو تو مکروہِ تنزیہی، لیکن

ف1: تطفل علی الحلیة

ف2: تطفل علی الغنیة

---

[1] التحریر فی اصول الفقہ المقالۃ الثانیہ الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۲۵۶ و ۲۵۷

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] " " " " "

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الشرط الخامس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۳۶

كراهة تنزيه ولكن تتفاوت فى الشدة والقرب من التحريمية بحسب تأكد السنة۔[1]

یہ شدّت اور مکروہِ تحریمی سے قرب کے معاملہ میں سنّت کے تاکید پانے کے لحاظ سے تفاوت رکھتا ہے۔(ت)

نیز صدر کتاب میں فرمایا:

(اعلم ان للصلوٰة سُننا) و ترکہا یوجب کراهة تنزیه (وآدابا) جمع ادب ولاباس بترکه ولاکراهة (وکراهية) والمراد بها مایتضمن ترك سنة و هوکراهة تنزیه او ترك واجب و هوکراهة التحریم[2]

(واضح ہو کہ نماز کی کچھ سُنّتیں ہیں) اوران کا ترک کراہت تنزیہ کا موجب ہے (اور کچھ آداب ہیں) یہ ادب کی جمع ہے اور اس کے ترک میں کوئی حرج اور کراہت نہیں (اور کچھ مکروہات ہیں) ان سے مراد وہ جو ترکِ سُنّت پر مشتمل ہو یہ مکروہ تنزیہی ہے یا وہ جو ترکِ واجب پر مشتمل ہو یہ مکروہ تحریمی ہے۔(ت)

ف بحر کے اوقات (نماز) میں تھا التنزیه فی مرتبة المندوب[3] (کراہت تنزیہی مندوب کے مقابل مرتبہ میں ہے۔ت) اُسی کے باب العیدین میں فرمایا:

www.alahazratnetwork.org

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهة اذلابد لها من دلیل خاص فلذاکان المختار عدم کراهة الاکل قبل الصلوٰة[عہ] اھ ای صلوٰة الاضحی۔[4]

ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں اس لئے کہ کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔ اسی لئے مختار یہ ہے کہ نماز عید قرباں سے پہلے کھالینا مکروہ نہیں۔(ت)

اور در بارۂ ترکِ اسراف ان کا کلام گزرا اُسی کے مکروہاتِ نماز میں ایسی ہی تصریح فرماکر پھر

ف: تطفل علی البحر

عہ نیز ثانیاً میں اُن کا کلام آتا ہے کہ امام زیلعی نے لطم وجہ کو مکروہ لکھا تو اس کا ترک سنت ہوگا نہ کہ مستحب ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل مکروہات الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ مقدمۃ الکتاب ؍؍ ؍؍ ص ۱۳

[3] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۹

[4] ؍؍ ؍؍ باب العیدین ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۳

خود اس پر اشکال وارد کر دیا کہ ہر مستحب خلافِ اولیٰ ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل،

حیث قال السنۃ ان کانت غیر مؤکدۃ فترکھا مکروہ تنزیھا وان کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لایکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب یوم الاضحٰی ان لایأکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترک المندوب ثبوت کراھتہ الا انہ یشکل علیہ ماقالوہ ان المکروہ تنزیھا خلاف الاولٰی ولاشک ان ترک المستحب خلاف الاولٰی[1] اھ۔

ان کے الفاظ یہ ہیں، سنّت اگر غیر مؤکدہ ہو تو اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور کوئی شئی مستحب یا مندوب ہے اور سنّت نہیں ہے تو اس کا ترک مکروہ بالکل نہ ہونا چاہئے جیسے علماء نے تصریح فرمائی کہ عید اضحٰی کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کھا لیا تو مکروہ نہیں تو ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہ ہوا مگر اس پر اشکال علماء کے اس قول سے پڑتا ہے کہ مکروہ تنزیہی خلاف اولٰے ہے اور اس میں شک نہیں کہ ترکِ مستحب خلافِ اولیٰ ہے اھ۔

اما العلامۃ الشامی فاضطربت اقوالہ ھٰھنا اکثر واوفرف ففی مستحبات الوضوء نقل مسألۃ الاکل یوم الاضحٰی واستظھر ان ترک المستحب لایکرہ حیث قال اقول وھذا ھو الظاھر ان النوافل فعلھا اولٰی ولایقال ترکھا مکروہ[2] اھ ثم بعد صفحۃ رجع وقال قدمنا ان الترک المندوب

لیکن علامہ شامی تو ان کے اقوال کا اضطراب یہاں بہت بڑھا ہوا ہے ــــ مستحباتِ وضو میں روزِ اضحٰی کھانے کا مسئلہ نقل کیا اور ترکِ مستحب کے مکروہ نہ ہونے کو ظاہر کہا، عبارت یہ ہے، میں کہتا ہوں یہی ظاہر ہے اس لئے کہ نوافل کی ادائیگی اولٰے ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ترک مکروہ ہے اھ ــــ پھر ایک صفحہ کے بعد رجوع کیا اور کہا، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۴

مکروہ تنزیہا[1] اھ۔ وقال فی مکروھات الوضوء[ف۱] المکروہ تنزیہا یرادف خلاف الاولٰی[2] اھ ورجع آخر مکروھات الصلٰوۃ فقال[3] الظاھر ان خلاف الاولٰی اعم فقد لایکون مکروھا حیث لادلیل خاص کترک صلٰوۃ الضحٰی[4] اھ وقال فی صدرھا[ف۲] قلت ویعرف ایضا بلادلیل نھی خاص بان تضمن ترک واجب او سنۃ فالاول مکروہ تحریما والثانی تنزیہا[4] اھ ورجع فی اٰخرھا فقال بعد مامرّ وبہ یظھر ان کون ترک المستحب راجعا الٰی خلاف الاولٰی لایلزم منہ ان یکون مکروھا الابنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلابد لہ من دلیل[5] اھ۔

ترکِ مندوب مکروہِ تنزیہی ہے اھ۔ مکروہاتِ وضو میں کہا، مکروہِ تنزیہی خلافِ اولٰی کا مرادف ہے اھ۔ اور مکروہاتِ نماز کے آخر میں رجوع کرکے کہا: ظاہر یہ ہے کہ خلافِ اولٰی اعم ہے بعض اوقات یہ مکروہ نہیں ہوتا، یہ ایسی جگہ جہاں کوئی دلیل خاص نہ ہو جیسے نمازِ چاشت کا ترک اھ۔ مکروہاتِ نماز کے شروع میں کہا: میں کہتا ہوں اس کی معرفت نہی خاص کی دلیل کے بغیر بھی ہوتی ہے اس طرح کہ کسی واجب یا سنّت کے ترک پر مشتمل ہو۔ اول مکروہ تحریمی ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی اھ۔ اور مکروہاتِ نماز کے آخر میں رجوع کیا اس طرح کہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد کہا: اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترکِ مستحب خلافِ اولٰی کی طرف راجع ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں مگر یہ کہ خاص نہی ہو اس لئے کہ کراہت ایک حکمِ شرعی ہے تو اس کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے اھ۔

ف۱: معروضۃ اخرٰی علیہ

ف۲: معروضۃ ثالث علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۹

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۹

[4] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۲۹

[5] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۹

20
20

ثم بعد ورقة[ف1] رجع عن هذا الرجوع فقال فی مسألة استقبال النیرین فی الخلاء "الظاهر ان الکراهة فیه تنزیهیة مالم یرد نهی خاص"[1] اھ۔ وقال فی المنحة[ف2] عند قول البحر قد صرحوا بان التفات[ف3] البصر یمنة ویسرة من غیر تحویل الوجه اصلا غیر مکروه مطلقا والاولی ترکه لغیر حاجة مانصه ای فیکون مکروها تنزیها کما هو مرجع خلاف الاولی کما مر[عه1]۔ وبه صرح فی النهر وفی الزیلعی و شرح الملتقی للباقانی انه مباح لانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یلاحظ اصحابه فی صلوته بموق عینیه ولعل المراد عند عدم[عه2] الحاجة فلاینافی

پھر ایک ورق کے بعد بیت الخلا میں سورج اور چاند کے رُخ پر ہونے کے مسئلہ میں اس سے رجوع کیا اور کہا: ظاہر یہ ہے کہ کراہت اس میں تنزیہی ہے جب تک کہ کوئی خاص نہی وارد نہ ہو اھ۔ بحر کی عبارت ہے: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ذرا بھی چہرہ پھیرے بغیر نگاہ سے دائیں بائیں التفات مطلقاً مکروہ نہیں اور اولٰی یہ ہے کہ کوئی حاجت نہ ہو تو اس سے باز رہے۔ اس پر منحۃ الخالق میں لکھا: یعنی ایسی صورت میں یہ مکروہ تنزیہی ہوگا جیسا کہ یہ خلافِ اولٰی کا مآل ہے جیسا کہ گزرا۔ اور نہر میں بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ زیلعی میں اور باقانی کی شرح ملتقی میں ہے کہ یہ مباح ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز میں گوشہ چشم سے ملاحظہ کیا کرتے تھے۔ اور شاید مراد عدم حاجت کی حالت ہے تو یہ اس کے

www.alahazratnetwork.org

ف1: معروضة رابعة علیه

ف2: معروضة خامسة علیه

ف3: مسئلہ نماز میں اگر کن انکھیوں سے بے گردن پھیرے اِدھر اُدھر دیکھے تو مکروہ نہیں، ہاں بے حاجت ہو تو خلاف اولٰی ہے۔

عه1: ای فی البحر صدر المکروهات ان المکروه تنزیها مرجعه الی ماترکه اولی اھ منه۔

عه1: یعنی بحر کے اندر مکروہاتِ نماز کے شروع میں گزرا کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع ترک اولٰی ہے ۱۲ منہ (ت)

عه2: اقول لعل لفظة عدم وقعت زائدة من قلم الناسخ فالصواب عدم العدم اھ منه۔

عه2: اقول شاید لفظ "عدم" کاتب کے قلم سے سہواً زائد ہوگیا ہے کیوں کہ صحیح عدم عدم ہے (یعنی یہ کہ مراد وقتِ حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۰

[2] البحرالرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹

ماھنا اھ[1] ثم رجع عما قریب فقال خلاف الاولٰی اعم من المکروہ تنزیھا وترک المستحب خلاف الاولٰی دائما لا مکروہ تنزیھا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھۃ والا فلا اھ[2]۔

منافی نہیں جو یہاں ہے اھ — پھر کچھ ہی آگے جا کر اس سے رجوع کرکے کہا: خلافِ اولٰی مکروہ تنزیہی سے اعم ہے اور ترکِ مستحب ہمیشہ خلافِ اولٰی ہوتا ہے، ہمیشہ مکروہ تنزیہی نہیں ہوتا بلکہ کبھی مکروہ ہوتا ہے اگر دلیل کراہت موجود ہو ورنہ نہیں۔

اقول ومن العجب[ف] ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھۃ مطلقا وان الاولٰی ترکہ لغیر حاجۃ فکان نصا فی نفی الکراھۃ راسا مع کونہ ترک الاولٰی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھۃ لکونہ ترک الاولٰی مع نقلہ عن الزیلعی والباقانی انہ مباح وظاھرہ الاباحۃ الخالصۃ بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھناک ان خلاف الاولی لایستلزم الکراھۃ مالم یرد نھی۔

اقول اور تعجب یہ ہے کہ بحر نے تصریح کی تھی کہ التفات میں کوئی بھی کراہت نہیں اور اولٰی یہ ہے کہ حاجت نہ ہو تو اسے ترک کرے یہ اس بارے میں نص تھا کہ ذرا بھی کراہت نہیں باوجودیکہ یہ بعض صورتوں میں ترک اولٰی ہے — علامہ شامی نے اس کی تفسیر اس کی ضد سے کی یعنی یُوں کہ یہ ترک اولٰی ہے اس لئے مکروہ ہے باوجودیکہ زیلعی اور باقانی سے اس کا مباح ہونا بھی نقل کیا ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ مباح خالص ہے جس کی دلیل حدیث سے استدلال ہے تو انھیں وہاں یہ یاد نہ رہا کہ خلاف اولٰی کراہت کو مستلزم نہیں جب تک کوئی نہی وارد نہ ہو۔

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات اسی طرف ہیں کہ ترک مستحب بھی مکروہ تنزیہی ہے تو ان کا آداب[ف۲] میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصاً اسی بحث کے آخر میں وہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرما چکے،

حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث

ان کے الفاظ یہ ہیں: اعضاء کو تین بار سے

ف۱: معروضۃ سادسۃ علیہ

ف۲: تطفل علی البحر

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۱

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۳۲

فی غسل الاعضاء[1] اھ۔ زیادہ دھونا مکروہ ہے اھ (ت)

اور خود علامہ صاحب بحر نے بھی اُسے اُن سے نقل فرمایا تو اُس عمل پر باعث کیا رہا۔

ثانیا، اقول اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انھیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے

نزع خاتم علیہ اسمہ تعالٰی او اسم نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حال الاستنجاء وتعاھد ماتحت الخاتم وان لایلطم وجھہ بالماء والدلک خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین لیستیقن غسلھما[2]۔

استنجا کے وقت اس انگوٹھی کو اتار لینا جس پر باری تعالٰی کا یا اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام ہو۔ اور انگشتری کے نیچے والے حصہ بدن دھونے میں خاص خیال رکھنا۔ چہرے پر پانی کا تھپیڑا نہ مارنا۔ اعضاء کو ملنا خصوصاً جاڑے میں۔ چہرے، ہاتھوں اور پیروں کی حدوں سے زیادہ پانی پہنچانا، تاکہ ان حدوں کے دُھل جانے کا یقین ہوجائے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ وقت استنجا[ف۱] اُس انگشتری کا جس پر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اتار لینا صرف مستحب ہی نہیں قطعاً سنت، اور اس کا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ مطلقاً[ف۲] کچھ لکھا ہو حروف ہی کا ادب چاہئے بلکہ ایسی[ف۳] انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء میں جانا ہی مکروہ ہے ولہذا[ف۴] تعویذ لے جانے کی اجازت اُس وقت ہوئی کہ غلاف مثلاً موم جامہ میں ہو، اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولٰی ہے اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی۔

ف۱: مسئلہ جس انگشتری پر کوئی متبرک نام لکھا ہو وقتِ استنجا اس کا اتار لینا بہت ضرور ہے۔

ف۲: مسئلہ مطلقاً حروف کی تعظیم چاہئے کچھ لکھا ہو۔

ف۳: مسئلہ جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اُسے پہن کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ ہے۔

ف۴: مسئلہ تعویذ اگر غلاف میں ہو تو اُسے پہن کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ نہیں پھر بھی اس سے بچنا افضل ہے۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲

[2] ؎ " " " "

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

نقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ و ذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قرأن انزلت علی ھود علیہ الصلٰوۃ والسلام[1] الخ۔

منقول ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی بھی عزت ہے اگرچہ الگ الگ لکھے ہوں۔ اور بعض قراء نے ذکر کیا کہ حروفِ تہجی وہ قرآن ہیں جس کا نزول حضرت ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام پر ہوا الخ(ت)

اُسی میں عارف باللہ سیدی عبدالغنی قدس سرہ القدسی سے ہے:

حروف الھجاء قرأن انزلت علی ھود علیہ الصلٰوۃ والسلام کما صرح بذلک الامام القسطلانی فی کتابہ الاشارات فی علم القراءات[2]

حروف تہجی قرآن ہیں یہ حضرت ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام پر نازل ہوئے جیسا کہ امام قسطلانی نے اپنی کتاب "الاشارات فی القراءات" میں اس کی تصریح کی ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

یکرہ ان یدخل الخلاء ومعہ خاتم مکتوب علیہ اسم اللہ تعالٰی او شیئ من القراٰن[3]

خلا میں ایسی انگوٹھی لے کر جانا مکروہ ہے جس پر اللہ تعالٰی کا نام یا قرآن سے کچھ لکھا ہوا ہو۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

درمختار میں ہے:

رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل[4]

ایسا تعویذ خلاء میں لے کر جانا مکروہ نہیں جو الگ غلاف میں ہو اور بچنا افضل ہے۔(ت)

ف: حروفِ ہجا ایک قرآن ہے کہ سیدنا ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام پر اترا۔

۱؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۷
۲؎ " " قبیل باب المیاہ " " ۱/۱۲۰
۳؎ البحرالرائق " باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳
۴؎ الدرالمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴

یوں ہی[ف۱] انگشتری ڈھیلی ہو تو اُسے جنبش دینی وضو میں سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔ خلاصہ میں ہے:

فی مجموع النوازل تحریك الخاتم سنة ان کان واسعا وفرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحته[۱]

مجموع النوازل میں ہے: انگوٹھی کو حرکت دینا سنّت ہے اگرچہ کشادہ ہو، اور فرض ہے اگر اتنی تنگ ہو کہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچے۔(ت)

یوں ہی[ف۲] وضو میں مُنہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ اور اس کا ترک مسنون۔ درمختار میں ہے:

مکروهه لطم الوجه او غیرہ بالماء تنزیها[۲]

چہرے یا کسی اور عضو پر پانی کا تھپیڑا مارنا مکروہ تنزیہی ہے۔(ت)

بحر میں ہے:

ان الزیلعی صرح بان لطم الوجه بالماء مکروہ فیکون ترکه سنة لا ادبا[۳]

امام زیلعی نے تصریح فرمائی ہے کہ چہرے پر پانی کا تھپیڑا مارنا مکروہ ہے تو اس کا ترک صرف ادب نہیں بلکہ سنّت ہو گا۔(ت)

یونہی[ف۳] اعضا کا مَلنا بھی مثل غسل سنّتِ وضو بھی ہے، درمختار میں ہے:

من السنن الدلك وترك الاسراف وترك لطم الوجه بالماء[۴]

سُنّتوں سے ہے اعضا کو ملنا، اسراف ترک کرنا، چہرے پر پانی کا تھپیڑا لگانے کو ترک کرنا۔(ت)

ف۱: مسئلہ انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وضو میں اسے پھرا کر پانی ڈالنا سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے جنبش دیے پانی نہ پہنچے تو فرض۔ یہی حکم بالی وغیرہ کا ہے۔

ف۲: مسئلہ وضو میں منہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ ہے بلکہ کسی عضو پر اس زور سے نہ ڈالے کہ چھینٹیں اُڑ کر بدن یا کپڑوں پر جائیں۔

ف۳: مسئلہ اعضا کا مَل مَل کر دھونا وضو اور غسل دونوں میں سنّت ہے۔

---

[۱] خلاصۃ الفتاوٰی	کتاب الطہارات الفصل الثالث سنن الوضوء	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۱/۲۳
[۲] الدر المختار	کتاب الطہارۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۴
[۳] البحر الرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۲۹
[۴] الدر المختار	"	" " "	۱/۲۲

خلاصہ فصل وضو جنس آخر صفتِ وضو میں ہے ،
والدلك عندنا سنة[1] اعضاء کو ملنا ہمارے نزدیک سُنّت ہے (ت)
رہا اعضا میں حدودِ شرعیہ سے اتنا تجاوز [ف۱] جس سے یقین ہو جائے کہ حدودِ فرض کا استیعاب ہو لیا ۔

اقول اگر یقین [ف۲] سے یقین فقہی مراد ہو جیسا کہ کتبِ فقہیہ میں وہی متبادر ہے تو یہ ادب وسنّت درکنار خود واجب ولابدی ہے ۔ ہاں یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجب نہیں ۔

هذا وقد نبه من هذه الافعال الاربعة على سنية الاخيرين فى البحر ۔

یہ ذہن نشین رہے ، ان چار افعال میں سے آخری دو کے مسنون ہونے پر بحر میں تنبیہ کر دی ۔ (ت)

اقول والعجب [ف۳] ترك الاولين مع نقله اياهما ايضا عن الفتح فالسكوت يكون اشد ايهاما مما لو لم يأثرهما ولا شك ان الثانى مثل الرابع الذى استند فيه البحر الى ان الخلاصة جعله سنة فكذلك نص فيها على سنية الثانى ايضا اما [ف۴] الاول فاهم الكل واحقها بالتنبيه والبحر نفسه صرح فى الاستنجاء

اقول اور تعجب ہے کہ پہلے دونوں کو ترک کر دیا حالاں کہ ان دونوں کو بھی فتح القدیر سے نقل کیا ہے اس لئے یہاں سکوت اُس صورت سے زیادہ ایہام خیز ہے جب کہ ان دونوں کو نقل ہی نہ کیا ہوتا ۔ اور چہارم (اعضا کو ملنا) سے متعلق تو بحر نے خلاصہ کی سند پیش کی کہ اس میں اسے سنّت قرار دیا ہے جب کہ بلاشُبہہ دوم (انگشتری کو حرکت دینا) بھی اسی کی طرح ہے کہ اس سے متعلق بھی خلاصہ میں مسنون ہونے کی تصریح ہے ، رہا اول (جس انگشتری

ف۱ : اعضائے وضو دھونے میں حدِ شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حدِ شرعی تک استیعاب میں شبہہ نہ رہے واجب ہے ۔
ف۲ : تطفل ما علی الفتح ۔
ف۳ : تطفل علی البحر
ف۴ : تطفل اخر علیہ

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارات الفصل الثالث جنس آخر فی سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

www.alahazratnetwork.org

بما سمعت ولکن جل من لایغیب عن علمہ شئ قط۔

پر خدا ورسول کا نام ہو اسے اتارلینا) تو وہ سب سے اہم اور سب سے زیادہ مستحق تنبیہ ہے اور خود بحر نے بیان استنجا میں وہ تصریح کی ہے جو پیش ہوئی۔ لیکن بزرگ ہے وہ جس کے علم سے کوئی شے کسی وقت اوجھل نہیں ہوتی۔(ت)

یہاں سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت میں ترک اسراف کو (ادب) شمار فرمانا نفی کراہت پر حاکم نہیں ہوسکتا۔

اقول وکان من احسن[1] الاعذار عن المحقق رحمہ اللہ تعالٰی انہ تجوز فاطلق الادب علی مایعم السنن لکنہ ھٰھنا قدمیز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصۃ واخذ[2] علی الکتاب فی جعلہ التیامن واستیعاب الرأس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامۃ الدلیل فالحق[عہ] ان الکل سنۃ ومسح الرقبۃ مستحب[1] اھ ثم قال ومن

اقول حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی کی جانب سے سب سے بہتر عذر یہ تھا کہ انھوں نے مجازًا لفظ ادب کا اطلاق اس پر کیا ہے جو سنتوں کو بھی شامل ہو۔ لیکن انھوں نے یہاں سنتوں کو آداب سے الگ رکھا ہے جیسے خلاصہ میں الگ الگ رکھا ہے اور حضرت محقق نے کتاب (ہدایہ) پر داہنے سے شروع کرنے، اور مسح میں پورے سر کے احاطہ کو مستحب قرار دینے پر گرفت کی ہے اور دلیل قائم کرنے کے بعد لکھا ہے: تو حق یہ ہے کہ سب سنت ہے اور گردن کا مسح مستحب ہے اھ پھر

ف۱: تطفل علی الفتح

ف۲: مسئلہ وضو میں ہاتھ اور یونہی پاؤں بائیں سے پہلے دہنا دھونا یعنی سیدھے سے ابتدا کرنا سنت ہے اگرچہ بہت کتب میں اسے مستحب لکھا۔

عہ تبعہ علی الاول فی البرھان ثم الشرنبلالی وغیرھما وعلی الثانی من لایحصی اھ منہ۔

عہ اول پر حضرت محقق کا اتباع برہان پھر شرنبلالی وغیرہما میں ہے اور ثانی پر بے شمار لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے اھ منہ (ت)

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱

www.alahazratnetwork.org

ف۱ السنن الترتيب بين المضمضة والاستنشاق (وعد اشياء ثم قال) الاٰداب ترك الاسراف والتقتير[1] الخ فسياق كلامه رحمه الله تعالٰى ينفي العذر المذكور والله تعالٰى اعلم۔

لکھا ہے : اور سُنتوں میں سے مضمضہ واستنشاق کے درمیان ترتیب ہے اور کچھ دوسری چیزیں شمار کیں پھر لکھا : آداب : ترکِ اسراف وتقتیر الخ۔ تو حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا سیاق، عذرِ مذکور کی نفی کردیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ثالثًا، اقول عبارتِ بدائع ف۲ میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام ملک العلماء رحمہم اللہ تعالٰی نے ترک اسراف کو صرف ادب ہی نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلافِ حق ہوا باطل ہوا اور اس کا ادنٰی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلال[2] (پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ ت) بلکہ اسراف کو غلو کہا اور دین میں غلو ممنوع، لاتغلوا فی دینکم[3] (اپنے دین میں زیادتی نہ کرو۔ ت)۔

رابعا، اقول ان تمام تائیدات ف۳ کے بعد بھی نہر و ردالمحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی طرف راجع کرنا ہے تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع و فتح کی عبارات نفی کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترک ادب بھی مکروہ ہو مگر نص امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب ہے جس میں اس کے ادب ہونے کی تصریح فرمائی اور مستحبات مضمضہ کے ساتھ اسے گنا تو اب اگر تحقیق یہ ہے کہ ترکِ مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلامِ امام کہ امام کلام ہے نفی کراہت کا اشعار فرمائے گا اس بارہ میں کلماتِ علماء کا اختلاف واضطراب سُن چکے۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق **اولا** ف۴ حب وکراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دوسرے

ف۱ : مسئلہ جہاں اور اعضاء میں ترتیب سنّت ہے کہ پہلے منہ دھونے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح پھر پاؤں دھونا، یونہی مضمضہ واستنشاق میں بھی۔ یعنی سنّت ہے کہ پہلے کُلّی کرے اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے۔

ف۲ : تطفل علی الحلیۃ

ف۳ : تطفل علی النھر و ش۔

ف۴ : فائدہ جلیلہ دربارہ مکروہ تنزیہی وتحریمی واساءت وخلافِ اولٰی مصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور واجب وسنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے فرق احکام۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۷۱

کے ثبوت کو مستلزم ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترکِ مستحب مطلقًا مستلزمِ کراہت کیوں ہوا۔

ثانیا، اقول اگر ترکِ مستحب موجبِ کراہت ہو تو آدمی جس وقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ اُس وقت اُس پر لازم نہ ہو لازم کہ اس وقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ مندوبات بیشمار ہیں اور وہ اس وقت اُن سب کا تارک۔

ثالثا، اقول کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب جو بندہ ہو کر بلاوجہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اُس کا مولٰی مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت و سرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولٰی کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہوا، اور جب فعل پر سرزنش چاہئے تو اس کا مرتبہ جانبِ ترک میں وہی ہوا جو جانبِ فعل میں سنت کا ہے کہ اس کے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جس کے ترک پر کچھ نہیں، ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہے کی مقتضی ہے اور ترکِ مستحب پر کچھ نہیں، اور کچھ نہیں کچھ ہے کے برابر نہیں ہوسکتا۔

رابعا، اقول وباللہ التوفیق تحقیق بالغ وتمیز بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادرًا ہوگا یا عادۃً، اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا، یا کچھ نہیں، تو دونوں ترک تین قسم ہوئے، اور تین کو تین میں ضرب دیئے سے نو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں، ان میں تین بداہۃً باطل ہیں، ترکِ عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب، سوم ترک عادی پر عتاب اور نادر پر عقاب۔ اور دو قسمیں شرعًا وجود نہیں رکھتیں، ترکِ عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں، کہ شرعًا مستحب کے ترکِ نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی کچھ نہیں، اور سنت کے ترک عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکمِ سنت ہے اور حکمِ شے کو شے سے انفکاک نہیں۔ اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے:

حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانھا طریقۃ امرنا باحیائھا فیستحق اللائمۃ بترکھا[1]	سنت کا حکم یہ ہے کہ آدمی سے اسے قائم کرنے کا مطالبہ ہو بغیر اس کے کہ اس پر فرض یا واجب ہو۔ کیونکہ یہ ایسا طریقہ ہے جسے زندہ کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تو اس کے ترک پر ملامت کا مستحق ہوگا۔ (ت)

---

[1] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹

لاجرم چار قسمیں رہیں:

(۱) ترک عادی ہونا یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ واجب ہے۔

(۲) عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب۔ یہ سنتِ مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اُس میں اور واجب میں فرق نہ رہے گا اور عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اس میں اور سنتِ غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہوگا حالانکہ وہ اُن دونوں میں برزخ ہے۔

(۳) عادی ہو یا نادر، مطلقاً مورثِ عتاب ہو، یہ سنّتِ زائدہ ہے۔

(۴) مطلقاً عذاب وعتاب کچھ نہ ہو، یہ مستحب ومندوب وادب ہے۔ پھر ازانجا کہ فعل و ترک میں تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانبِ ترک نکلیں یعنی جس کا ترک مطلوب ہے:

(۱) اس کا فعل عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو، یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) فعل عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب، یہ اسارت ہے جس کی نسبت علماء نے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے۔

www.alahazratnetwork.org

(۳) مطلق مورثِ عتاب ہی ہو، یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(۴) مطلقاً کچھ نہ ہو، یہ خلافِ اولٰی ہے۔

تنویر: اس تقریر منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے:

(۱) سنّتِ مؤکدہ کا ترک مطلقاً گناہ نہیں بلکہ اس کے ترک کی عادت گناہ ہے۔

(۲) اسارت کے بارے میں اگرچہ کلماتِ علماء مضطرب ہیں کوئی اُسے کراہت سے کم کہتا ہے كما في الدر[1] صدر سنن الصلوٰة وبه نص الامام عبد العزيز في الكشف وفي التحقيق۔ (جیساکہ درمختار میں سنن نماز کے شروع میں ہے اورامام عبدالعزیز بخاری نے کشف میں اور تحقیق میں اسی کی تصریح کی ہے۔ (ت))

کوئی زائد، كما في الشامي[2] عن شرح المنار للزين (جیساکہ شامی میں محقق زین بن نجیم کی

---

[1] الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۲

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۸

شرح منار سے نقل ہے۔ ت) کوئی مساوی کما فی الطحطاوی[1] ثمہ و فی ادراك الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر (جیساکہ طحطاوی نے سنن نماز اور باب ادراک الفریضہ میں حلبی شارح درمختار سے نقل ہے۔ ت) مگر عند التحقیق اُس کا مقابل سنت مؤکدہ ہونا چاہئے کہ جس طرح سنّتِ مؤکدہ واجب و سنّتِ زائدہ میں برزخ ہے یُونہی اسارت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ میں کما فی الشامی[2] (جیساکہ شامی میں ہے۔ ت) علمگیریہ میں سراج وہاج سے ہے:

ان ترك المضمضۃ والاستنشاق اثم علی الصحیح لانہما من سنن الھدی وترکہا یوجب الاساءۃ بخلاف السنن الزوائد فان ترکہا لایوجب الاساءۃ اھ[3]۔

اگر مضمضہ و استنشاق کا تارک ہو تو بر قولِ صحیح گنہگار ہوگا اس لئے کہ یہ سنن ہدیٰ سے ہیں اور ان کا ترک موجبِ اسارت ہے بخلاف سنن زوائد کے، کہ ان کا ترک موجبِ اسارت نہیں اھ۔

اقول قولہ اثم ای ان اعتاد کما ھو معروف فی محلہ فیہ وفی نظائرہ۔

اقول قول مذکور "گنہگار ہوگا" یعنی اگر ترک کا عادی ہو جیساکہ یہ معنی اپنی جگہ اس بارے میں اور اس کی نظیروں میں معروف ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے:

والسنن نوعان سنۃ الھدیٰ وتارکہا یستوجب اساءۃ وکراھیۃ

سنّت کی دو۲ قسمیں ہیں: (۱) سنتِ ہدیٰ، اس کا تارک اسارت وکراہت کا مستحق ہے۔

ف: **مسئلہ** وضو میں کُلّی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اس کی عادت ڈالے تو گنہگار ہوگا، یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں کہ جو کُلّیاں ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جن کی ناک کو چھُو جاتا ہے سُونگھ کر اُوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہگار رہیں اور غسل میں تو ایسا نہ ہو تو سرے سے نہ غسل ہوگا نہ نماز۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۲۱۳

[2] رد المحتار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۹

[3] الفتاوی الہندیۃ بحوالہ السراج الوہاج کتاب الطہارۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶،۷

والزوائد وتارکھا لایستوجب اساءۃ۔[1]

(۲) سنّتِ زائدہ، اس کا تارک اسارت کا مستحق نہیں۔(ت)

ف

ردالمحتار صدرسنن الوضوء میں ہے:

مطلق السنۃ الشامل لقسمیھا وھما السنۃ المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الھدٰی وغیرالمؤکدۃ المسماۃ سنۃ الزوائد۔[2]

مطلق لفظِ سنّت دونوں قسموں کو شامل ہے دونوں قسمیں یہ ہیں، (۱) سنّتِ مؤکدہ جس کا نام سنّتِ ہُدٰی ہے (۲) سنّتِ غیرمؤکدہ جس کا نام سنّتِ زائدہ ہے۔(ت)

بحرالرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ میں ہے:

انہ من سنن الھدٰی فھوسنۃ مؤکدۃ۔[3]

وہ سننِ ہُدٰی سے ہے تو وہ سنّتِ مؤکدہ ہے(ت)

(۳) کراہت تنزیہ نہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنّتِ مؤکدہ کے، بلکہ سنّتِ غیرمؤکدہ کے مقابل ہے۔ اسے مستحب کے مقابل کہنا خلافِ تحقیق ہے اور مطلق سنّت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اُسے اسارت کو بھی شامل کرلیا جائے جس طرح کبھی اسارت کو اعم لے کر سنّتِ زائدہ کے مقابل بولتے ہیں جس طرح اطلاق موسع میں خلافِ اولٰی کو مکروہ تنزیہی کہہ دیتے ہیں۔

(۴) خلافِ اولٰی مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا، ہاں بمعنی اعم اُسے بھی شامل، اور کراہتِ تنزیہ کا اس کی طرف مرجع ہونا اسی معنے پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور لیشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولٰی[4] (اس پر علماء کے اس قول سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس کا مرجع خلافِ اولٰی ہے۔ ت) پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص

کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔ اسی سے

ف: سُنّتِ ہُدٰی سنّتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سُنّتِ زائدہ سنّتِ غیرمؤکدہ کا۔

---

[1] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹

[2] ردالمحتار کتاب الطھارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۱

[3] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۰۲

[4] " " باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا " " " " ۲/ ۳۲

وبذٰلک یندفع الاشکال لان المکروہ تنزیھا الذی ثبتت کراھتہ بالدلیل یکون خلاف الاولٰی ولایلزم من کون الشیئ خلاف الاولٰی ان یکون مکروھا تنزیھا مالم یوجد دلیل الکراھۃ۔[1]

اشکال دفع ہوجاتا ہے اس لئے کہ مکروہ تنزیہی جس کی کراہت دلیل سے ثابت ہے وہ خلاف اولٰی ہے اور کسی شے کے خلافِ اولٰی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ مکروہ تنزیہی ہو جب تک کہ دلیلِ کراہت دستیاب نہ ہو۔ (ت)

(۵) کراہت کے لئے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے

کمانص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرھا وبیناہ فی رشاقۃ الکلام۔

جیسا کہ اس پر حدیقۂ ندیہ وغیرہا کی صراحت موجود ہے اور ہم نے اسے رسالہ رشاقۃ الکلام میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اقول[ف] خلافِ سنّت ہونا خود کراہت پر دلیل شرعی ہے

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی[2] رواہ الشیخان عن انس ولابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا من لم یعمل بسنتی فلیس منی[3] فمامر عن العلامۃ الشامی من انھا قد یعرف بلادلیل خاص کأن تضمن ترک

کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو میری سنت سے رُوگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت انس سے روایت کیا۔ اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابن ماجہ کی روایت میں ہے: تو جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ تو وہ کلام جو علامہ شامی سے نقل ہُوا مناسب نہیں (وہ کہتے ہیں) "کراہت کی معرفت کبھی دلیل خاص کے بغیر ہوتی ہے جیسے یہ کہ وہ کسی

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۷ و ۷۵۸
صحیح مسلم " باب استحباب النکاح " " " ۱/ ۴۴۹

[3] سنن ابن ماجۃ ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

واجب او سنة[۱] لیس کماینبغی ولانعنی بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذلاحاجة الیہ قطعا لصحة الاحتجاج بالعمومات والقواعد الشرعیة الکلیة قطعا۔

واجب یا سنّت کے ترک پر مشتمل ہو"۔ دلیل خاص سے ہماری مراد یہ نہیں کہ اس معین جزئیہ میں کوئی خاص نص ہو اس لئے کہ اس کی حاجت قطعاً نہیں کیوں کہ شریعت کے عمومی احکام اور قواعد کلیہ سے بھی استدلال بلاشُبہہ درست ہے۔ (ت)

(۶) یہ نفیس جلیل[ف۱] تفرقہ مقتضائے تقسیم عقلی واقتضائے نفس لفظ کراہت و قضیۂ تفرقۂ احکام ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جس کا جو چاہا نام رکھ لیا،

کماقالہ المحقق فی الحلیة ان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم[۲] اھ ونقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ ھو مایکون ترکہ اولٰی من فعلہ وتحصیلہ اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ماھو خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان کمااشار الیہ اللامشی[۳] اھ وتبعہ فی رد المحتار۔

جیسا کہ محقق حلبی نے حلیہ میں لکھا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا مرجع اصطلاح ہے اور اس کا التزام کوئی ضروری نہیں اھ ۔ اور اس سے کچھ پہلے لامشی سے تعریف مکروہ میں نقل کیا کہ یہ وُہ ہے جس کا نہ کرنا اس کے کرنے سے بہتر ہے اھ ۔ پھر لکھا کہ : واضح ہو کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے جیسا کہ لامشی نے اس کی طرف اشارہ کیا اھ ۔ اس کلام پر علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں ان کا اتباع کیا۔ (ت)

(۷) مشہور احکام[ف۲] خمسہ ہیں : واجب ، مندوب ، مکروہ ، حرام ، مباح وبہ بدء فی

ف۱ : تطفل علی الحلیة وش ۔
ف۲ : احکام شرعیہ پانچ نہ سات نہ نو بلکہ گیارہ ہیں ۔

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصلٰوة باب مایفسد الصلٰوة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۹
[۲] ردالمحتار بحوالہ الحلیہ کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء " " " " " " ۱/ ۸۴
[۳] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

مسلم الثبوت (اسی کو مسلم الثبوت میں پہلے نمبر پر بیان کیا۔ ت) یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ ان کے یہاں واجب و فرض میں فرق نہیں

والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیۃ لاحظوا حال الدال[1] الخ۔

اور اسی کی طرف مسلم میں اس کے بعد محقق ابن الہمام کی تحریر الاصول کی تبعیت میں یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ حنفیہ نے دلیل کی حالت کا اعتبار کیا ہے الخ (ت)

اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض و واجب اور حرام و مکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کرکے سات قرار دیے و بہ ثنی فی المسلم (اسی کو مسلم الثبوت میں دوسرے نمبر پر بیان کیا ہے۔ ت) بعض نے فرض، واجب، سنت، نفل، حرام، مکروہ، مباح یوں سات گنے،

وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ مولی خسرو فی مرقاۃ الوصول والعلامۃ الشمس محمد بن حمزۃ الفناری فی فصول البدائع۔

اسی پر صدر الشریعۃ تنقیح میں چلے ہیں اور ملا خسرو نے مرقاۃ الوصول میں اور علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری نے فصول البدائع میں تنقیح کی پیروی کی ہے۔ (ت)

بعض نے سنت میں سنت ہُدیٰ و سنت زائدہ اور مکروہ میں تحریمی و تنزیہی قسمیں کرکے نو شمار کئے

www.alahazratnetwork.org

کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح۔

جیسا کہ فناری نے اپنے آخر کلام میں اس کی صراحت کی ہے اور کلام توضیح میں اس کی جانب اشارہ ہے۔ (ت)

اقول تقسیم اول[ف1] میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق (اور واضح ہو چکا کہ یہ خلافِ تحقیق ہے۔ ت) نیز سنت[ف2] و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی و شافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں[ف3] کمی تقسیم دوم میں بھی ہیں سوم و چہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم[ف4] میں جانب فعل چار چیزیں ہیں اور جانب ترک دو۔ چہارم[ف5] میں جانب فعل پانچ ہیں اور جانب ترک تین۔ پھر

ف۱: تطفل علی المشہور
ف۲: تطفل آخر علیہ
ف۳: معروضتان علی مسلم الثبوت
ف۴: تطفل علی التوضیح والمولی خسرو
ف۵: تطفل علی الشمس الفناری

[1] مسلم الثبوت الباب الثانی فی الحکم مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۲

21 جانب ترک بسط[۱] اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجئے تو اسی مقابلہ نقل وکراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیقِ فقیر سب خللوں سے پاک ہے اس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانبِ فعل ہیں متنازلًا فرض[۱]، واجب[۲]، سنتِ[۳] مؤکدہ، غیر[۴] مؤکدہ، مستحب[۵]۔ اور پانچ جانبِ ترک میں متصاعدًا خلافِ[۱] اولٰے، مکروہِ[۲] تنزیہی، اسا[۳]ءت، مکروہ[۴] تحریمی، حرام[۵] جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص ـــــ اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عُقدوں کو حل کریگی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمداللہ تعالٰی اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطرِ مذہب وطرازِ مُذہَّب ہے والحمد للہ رب العٰلمین اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہوکر ملتقی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایۃ سب سے اقوی ہے کہ حاصل نص ظاہر الروایہ کا مقتضی ہے۔

تنبیہ ۴: علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترکِ اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اس کا ترک مکروہِ تحریمی۔

اقول اقوال بعض متاخرین[۲] میں اس کی تائیدوں کا پتا چلے گا۔ بحرالرائق آخر مکروہات الصلٰوۃ پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ اذا کانت مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکہا مکروھا کراھۃ تحریم کترك الواجب[۱]۔

سنت جب مؤکد قوی ہو تو بعید نہیں کہ اس کا ترک، ترکِ واجب کی طرح مکروہ تحریمی ہو۔ (ت)

ابوالسعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدرالمختار صدر مکروہات نماز میں ہے:

الفعل اذا کان واجبا اوما فی حکمہ

فعل جب واجب ہو یا وہ ہو جو واجب کے حکم

ف۱: تطفل اٰخر علی ھٰؤلاء الثلثۃ

ف۲: تطفل علی النھر

ف۳: مسئلہ سنتِ مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار مورثِ عتاب ہے مگر گناہ نہیں، ہاں ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا، اور اس بارے میں دفع اوہام وتوفیق اقوال علمائے کرام۔

---

[۱] البحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲
ردالمحتار " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۹
حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " " " المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/ ۲۷۶

21
21

من سنة الھدی ونحوھا فالترك یکرہ تحریما وان کانت سنۃ زائدۃ اوما فی حکمھا من الادب ونحوہ یکرہ تنزیھا اھ۔[1]

میں ہے یعنی سنّتِ ہُدٰی اور اس کے مثل تو اس کا ترک مکروہِ تحریمی ہے، اور اگر سنّتِ زائدہ ہو یا وہ ہو جو اس کے حکم میں ہے یعنی ادب اور اس کے مثل تو اس کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے۔

اقول اولا تبعا القھستانی[ف۱] فانہ ذکرہ ثمہ ولم ینقلہ عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیہ فما کان للسید الازھری ان یسوقہ مساق المنقول۔

اقول، اولاً ان دونوں حضرات (ابو السعود وطحطاوی) نے قہستانی کی پیروی کی ہے۔ قہستانی نے یہ بات مکروہاتِ نماز کے شروع میں ذکر کی اور اسے کسی سے نقل نہ کیا بلکہ یہ دعوٰی کیا کہ کلامِ علماء اس پر دلالت کرتا ہے۔ تو سید ازہری کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے اس طرح ذکر کریں جیسے وہ کوئی منقول قاعدہ ہے۔

وثانیا[ف۲] لایدری ماذا اراد بنحوھا فالحکم لایسلم لہ فی السنۃ المؤکدۃ مالم یتعود بالترك ففیم یثبت بعدھا وھل تری قائلا بہ احدا۔

ثانیاً سنت ہدٰی کے بعد "اور اس کے مثل" کہا۔ پتا نہیں اس سے کیا مراد ہے خود سنّتِ مؤکدہ کو واجب کا حکم نہیں ملتا جب تک کہ اس کے ترک کی عادت نہ ہو پھر اس کے بعد کس چیز میں وہ حکم ثابت ہوگا؟ کیا اس کا بھی کوئی قائل مل سکتا ہے؟

کشف بزدوی وتحقیق علی الحسامی بحث عزیمت ورخصت میں اصول امام ابوالیسر فخر الاسلام بزدوی سے ہے:

ف۱: معروضۃ علی السید ابی السعود۔
ف۲: معروضۃ علی القھستانی والسیدین ابی السعود و ط۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ الخ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۲۶۹ و ۲۷۰
فتح المعین " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۱

www.alahazratnetwork.org

حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلہا ویلام علی ترکہا مع لحوق اثم یسیر[1]

سنّت کا حکم یہ ہے کہ اس کی بجا آوری کی دعوت ہو اور اس کے ترک پر ملامت ہو ساتھ ہی کچھ گناہ بھی لاحق ہو۔ (ت)

درمختار صدر حظر میں ہے:

یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ[2]

ترکِ واجب سے گنہگار ہوگا اور اسی کے مثل سنّتِ مؤکدہ بھی ہے (ت)

مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنّتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں، ہاں بُرا ہے، اور عادت کے بعد گناہ و ناروا ہے۔

اقول وھذا ان شاء اللہ تعالٰی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارک السنۃ المؤکدۃ یستوجب اساءۃ[3] ای بنفس الترک وکراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذ ھی المحمل عند الاطلاق ولہذا قال الامام عبدالعزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ[4] واکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی الادنی یدل علی نفی الاعلی بالاولٰی وحیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنی من

اقول اور یہی اِن شاء اللہ تعالٰی امام اجل فخر الاسلام کے اس ارشاد کا رمز ہے کہ "سنّتِ مؤکدہ کا تارک اساءت کا مستحق ہے"۔ یعنی نفس ترک سے — "اور کراہت کا "مستحق ہے — یعنی کراہت تحریمیہ کا، جب کہ عادت ہو۔ اس لئے کہ مطلق بولنے کے وقت کراہت تحریمیہ ہی مراد ہوتی ہے۔ اسی لئے امام عبدالعزیز بخاری نے اپنی شرح میں فرمایا کہ: اساءت کا درجہ کراہت سے نیچے ہے۔ اور سنّتِ زائدہ میں نفی اساءت پر اکتفا کی اس لئے کہ ادنٰی کی نفی سے اعلٰی کی نفی بدرجۂ اولٰی معلوم ہوجائے گی۔ اور چونکہ کراہت تنزیہیہ اساءت سے ادنٰی ہے تو

www.alahazratnetwork.org

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۳۰۸

[2] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۵

[3] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۹

[4] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۳۱۰

الاساءۃ فنفی الاعلٰی لایستلزم نفی الادنی ولذا ذکر توجہ اللائمۃ حکم ترك مطلق السنۃ ثم قسمہا قسمین وفرق بلزوم الاساءۃ وعدمہ فتحصل ان المؤکدۃ وغیرھا تشترکان فی توجہ الملام علی الترك وتفارقان فی ان ترك المؤکدۃ اساءۃ وبعد التعود کراھۃ تحریم ولیس فی ترك غیرھا الاکراھۃ التنزیہ، ولعمری ان اشارات ھذا الامام الھمام ادق من ھذا حتی لقبوہ ابا العسر واباہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر۔

اعلٰی کی نفی سے ادنٰی کی نفی لازم نہ آئے گی ــــ اسی لئے مستحقِ ملامت ہونا مطلق سنت کے ترک کا حکم بتایا پھر سنت کی دو قسمیں کیں اور اساءت لازم آنے اور نہ لازم آنے سے دونوں میں فرق کیا تو حاصل یہ نکلا کہ سنتِ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں اس حکم میں مشترک ہیں کہ ترک پر ملامت ہو گی اور دونوں آپس میں یوں جدا جدا ہیں کہ مؤکدہ کا ترک اساءت ہے اور عادت کے بعد کراہت تحریم ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک میں صرف کراہت تنزیہ ہے ــــ بخدا اس امام ہمام کے ارشادات اس سے بھی زیادہ دقیق ہوتے ہیں یہاں تک کہ علماء نے انھیں "ابو العُسر" اور ان کے برادر امام صدر الاسلام کو "ابو الیُسر" کا لقب دیا۔

جہاں جہاں کلماتِ علماء میں اس پر حکم اثم ہے اُس سے مراد بحالِ اعتیاد ورنہ اس میں اور واجب میں فرق نہ رہے۔

اقول والفرق[1] بتشکیك الاثم کما لجأ الیہ فی البحر لا یجدی لان التشکیك حاصل فی الواجبات انفسہا۔

اقول اور گناہ کی تشکیک سے فرق ــــ جیسا کہ بحر میں اس کا سہارا لیا ہے ــ کارآمد نہیں اس لئے کہ تشکیک تو خود واجبات میں بھی حاصل ہے (کسی واجب میں کم درجہ کا گناہ ہے کسی میں اس سے سخت ۱۲ م)

اور جب اس کا مطلق ترک گناہ نہیں تو مکروہ تحریمی بے عادت نہیں ہو سکتا کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ[2] و معصیت صغیرہ ہے، ردالمحتار صدر واجباتِ صلاۃ میں ہے:

صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ

علامہ ابن نجیم نے بیان معاصی سے متعلق اپنے

---

[1]: تطفل علی البحر

[2]: مکروہ تحریمی گناہِ صغیرہ ہے۔

www.alahazratnetwork.org

المؤلفة فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[1]

رسالہ میں تصریح فرمائی ہے کہ ہر مکروہ تحریمی گناہِ صغیرہ ہے۔ (ت)

منیہ میں ہے:

لایترک رفع الیدین ولو اعتاد یاثم[2]

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا ترک نہ کرے اور اگر ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا (ت)

غنیہ میں ہے:

لانہ سنۃ مؤکدۃ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد لا یأثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ۔

اس لئے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے لیکن اگر بغیر عادت کے کسی وقت ترک کر دیا تو گنہگار نہ ہوگا اور یہ حکم تمام سُننِ مؤکدہ میں عام ہے۔ (ت)

حلیہ میں کلام مذکور امام ابوالیسر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارك السنۃ بمجرد الترك لہا ولیس ذلك بالسھل الوجود[4]

یہ کلام عمدہ ہے مگر اس کے بعد تارکِ سنت کے لئے محض ترک سے ہی گناہ لاحق ہونے پر دلالت کرنے والی دلیل مل جائے اور یہ بہت آسان نہیں۔ (ت)

ردالمحتار سنن صلوٰۃ میں نہرالفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا:

فی شرح التحریران المراد الترك بلاعذر علی سبیل الاصرار وفی شرح الکیدانیۃ عن الکشف قال محمد فی المصرین علی ترك السنۃ بالقتال وابو یوسف بالتادیب اھ،

شرح تحریر میں ہے کہ ترک سے مراد بلاعذر بطور اصرار ترک کرنا ــــ اور شرح کیدانیہ میں کشف کے حوالہ سے ہے امام محمد نے ترک سنت پر قتال کا، اور امام ابویوسف نے تادیب کا حکم دیا اھ۔ تو

ف: مسئلہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنّت مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا ورنہ مکروہ ضرور ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۰۶

[2] منیۃ المصلی فصل فی صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۷۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صفۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۰

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فیتعین حمل الترک علی الاصرار توفیقا بین کلامھم[1]

متعین ہے کہ ترک کو اصرار پر محمول کیا جائے تاکہ ان حضرات کے کلام میں تطبیق ہوجائے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

کونہ سنۃ مؤکدۃ لایستلزم الاثم بترکہ مرۃ واحدۃ بلاعذر فیتعین تقیید الترک بالاعتیاد[2]۔

اس کا سنتِ مؤکدہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ بلاعذر ایک بار ترک سے بھی گنہگار ہوجائے تو متعین ہے کہ ترک کے ساتھ عادت کی قید لگائی جائے۔ (ت)

اُسی کے سُننِ وضو میں دربارۂ نیت ہے[ف] :

یاثم بترکھا اثما یسیرا کما قدمناہ عن الکشف والمراد الترک بلاعذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلک لانھا سنۃ مؤکدۃ کما حققہ فی الفتح[3]

نیتِ وضو کے ترک سے کچھ گنہگار ہوگا جیسا کہ کشف کے حوالے سے ہم نے سابقاً نقل کیا اور مراد یہ ہے کہ بلاعذر بطور اصرار ترک کرے جیسا کہ شرح تحریر کے حوالے سے ہم نے پہلے لکھا ۔۔۔ یہ اس لئے جیسا کہ فتح القدیر میں تحقیق کی ہے کہ وضو میں نیت سنتِ مؤکدہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتح القدیر میں ہے :

حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترک رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یأثم وقیل لا، قال والمختار ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا انتھی، وینبغی ان نجعل

خلاصہ کے اندر وقتِ تحریمہ رفع یدین کے ترک میں اختلاف کی حکایت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ترک سے گنہگار ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ گنہگار نہ ہوگا۔ اور مختار یہ ہے کہ اگر اس کی عادت ہو تو گنہگار ہوگا اور اگر احیاناً ترک کیا تو گنہگار

ف : مسئلہ وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے گنہگار ہوگا اس میں نیت سنتِ مؤکدہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۹

[2] " " " " " " " "

[3] " " کتاب الطہارۃ سنن الوضوء " " " " ۱/ ۷۳

شق هذا القول محمل القولين فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترك بل لان اعتادہ للاستخفاف والا فمشکل او یکون واجبا۔[1]

نہ ہوگا انتہی۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس قول مختار کی دونوں شقوں کو ہم ان دونوں قولوں کی مراد قرار دیں تو کوئی اختلاف نہ رہ جائے گا۔ اور گناہ نفسِ ترک کی وجہ سے نہیں بلکہ استخفاف کی وجہ سے اس کی عادت بنا لینے سے ہے، ورنہ مشکل ہے یا پھر واجب ہوجائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکھا مرۃ۔[2]

جماعت مردوں کے لئے سنّتِ مؤکدہ ہے اور کہا گیا واجب ہے، اور اسی پر عامہ علماء ہیں، اور ثمرۂ اختلاف ایک بار ترک سے گنہگار ہونے کے حکم میں ظاہر ہوگا۔ (ت)

اُسی کے سُننِ وضو میں ہے:

وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ ف۲ للغرفات ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ

تین بار اس طرح دھونا کہ ہر مرتبہ پورے عضو کا احاطہ ہو جائے اس میں چلّوؤں کی تعداد کا اعتبار نہیں۔

ف۱: مسئلہ طہارت میں ہر عضو کا پُورا تین بار دھونا سنّتِ مؤکدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔

ف۲: مسئلہ پانی ڈالنے کی گنتی معتبر نہیں جتنا دھونے کا حکم ہے اس پر پورا پانی بہہ جانا معتبر ہے، مثلاً ہاتھ پر ایک بار پانی ڈالا کہ تہائی کلائی پر بہا باقی پر بھیگا ہاتھ پھیرا، دوبارہ دوسری تہائی دُھلی، سہ بارہ تیسری۔ تو یہ ایک ہی بار دھونا ہوا۔ ہر بار پورے ہاتھ پر کہنی سمیت پانی ذرہ ذرہ پر بہتا تو تین بار ہوتا۔ اس طرح دھونے کی عادت سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر سو بار پانی ڈالا اور ایک ہی جگہ بہا کچھ حصّے کسی دفعہ نہ بہا اگرچہ بھیگا ہاتھ پھرا تو وضو ہی نہ ہوگا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۴

[2] الدرالمختار 〃 باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

اثم والالا[1]۔

اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کی تو بصورتِ عادت گنہگار ہے اور عادت نہ ہو تو نہیں۔ (ت)

خلاصہ[1] میں ہے:

ان توضأ مرۃ مرۃ ان فعل لعزۃ الماء لعذر البرد اولحاجۃ لایکرہ وکذا ان فعلہ احیانا اما اذا اتخذ ذلک عادۃ یکرہ[2] اھ۔

اگر ایک بار وضو کیا اس وجہ سے کہ پانی کم یاب ہے یا ٹھنڈک لگنے کا عذر یا کوئی حاجت ہے تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر احیاناً ایسا کیا لیکن جب اسے عادت بنالے تو مکروہ ہے اھ۔

اقول ای تحریما لانہ سنۃ مؤکدۃ وھی محمل الاطلاق والمنفیۃ عن فعلہ احیانا من دون عذر۔

اقول یعنی مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ سنتِ مؤکدہ ہے اور کراہت مطلق بولنے سے یہی مراد ہوتی ہے اور بلا عذر احیاناً کرنے سے جس کراہت کی نفی کی گئی ہے اس سے بھی یہی تحریمی مراد ہے۔ (ت)

اس کے نظائر کثیر وافر ہیں

فلا نظر الی ماوقع فی البحر صدر سنن الصلوٰۃ وقد ردہ فی ردالمحتار ببعض ماذکرنا ھنا وباللہ التوفیق۔

تو وہ قابلِ توجہ نہیں جو بحر میں سننِ نماز کے شروع میں تحریر ہے اور ردالمحتار میں یہاں ہمارے ذکر کردہ بعض کلام کے ذریعہ اس کی تردید بھی کردی ہے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

ف۲ خوبتر یہ ہے کہ جب ہمارے مشائخ عراق نے جماعت کو واجب اور مشائخ خراسان نے سنتِ مؤکدہ فرمایا

ف۱: مسئلہ اگر پانی کم ہے یا سردی سخت ہے یا اور کسی ضرورت کے لئے پانی درکار ہے اس وجہ سے اعضا ایک ایک بار دھوئے تو مضائقہ نہیں۔

ف۲: تطفل علی النھر۔

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

www.alahazratnetwork.org

اور مفید میں یُوں تطبیق دی کہ واجب ہے اور اس کا ثبوت سنت سے خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فرمایا:

ھذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکھا (مرۃ) بلاعذر یوجب اثما مع انه قول العراقیین والخراسانیین علی انه یاثم اذا اعتاد الترك کما فی القنیۃ اھ[1]

اس کا مقتضا یہ ہے کہ بلاعذر ایک بار ترک کرنے سے گنہگار ہونے پر اتفاق ہو حالانکہ یہ مشائخ عراق کا قول ہے اور اہل خراسان یہ کہتے ہیں کہ جب ترک کی عادت ہو تو گنہگار ہوگا جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

فائدہ: اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف و اقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اس کا مستحب سے فرق اور مکروہِ تحریمی و تنزیہی کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلاً گناہ نہیں، اور یہ کہ مکروہِ تحریمی مطلقاً گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان، یہ سب ہمارے رسالہ بسط الیدین فی السنة والمستحب والمکروھین میں ہے وباللہ التوفیق۔

www.alahazratnetwork.org

تنبیہ ۵: جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اُن کا کلام مقرر رکھا مگر ردالمحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہی گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا، علامہ عمر نے تین۳ دلیلیں پیش فرمائی تھیں:

(۱) کلام امام زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا۔

(۲) اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینہ صارفہ ہونا۔

(۳) ملتقی میں اسے منہیات سے گننا۔

علامہ شامی نے اوّل کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں

کما ذکرنا انفا[2] اھ واشار به الی ماقدمه قبل ھذا بصفحة عن البحر ان المکروہ نوعان احدھما ماکرہ تحریما وھو

جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا اھ (ردالمحتار) اس سے ان کا اشارہ اس کلام کی طرف ہے جو اس سے ایک صفحہ پہلے بحر کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ مکروہ کی دو۲ قسمیں ہیں، ایک مکروہ تحریمی — یہی مطلق

---

[1] النہر الفائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۸

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۰

المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر، ثانیھما المکروہ تنزیھا وکثیرا ما یطلقونہ کما فی شرح المنیۃ۔[1]

کراہت بولنے کے وقت مراد ہوتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں کتاب الزکاۃ میں ہے — دوسری قسم مکروہِ تنزیہی — اور بارہا اسے بھی مطلق بولتے ہیں جیسا کہ شرح منیہ میں ہے۔(ت)

اقول ف۱ اس میں کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت ف۲ مطلق بولتے اور اُس سے خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادہ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے ان میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں کما یفعلونہ فی مکروھات الصلوۃ (جیسے مکروہاتِ نماز میں ایسا کرتے ہیں ت) بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادہ کراہت تحریم ہے کما مر عن نص المحقق علی الاطلاق وکتب المذھب طافحۃ بذلک (جیسا کہ محقق علی الاطلاق کی تصریح گزری اور کتبِ مذہب اس کے بیان سے لبریز ہیں۔ت) تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاجِ دلیل ہے ورنہ استدلال نہر تام ہے اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب سے محتاج تکمیل ہوا اور اُسی کی تضعیف بھی جلوہ نما۔ دوم سے یہ جواب دیا کہ صارف موجود ہے مثلاً جس نے آبِ نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اُسے سنت نہ جانا تو ایسا ہوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اُسی میں اُلٹ دیا اس میں کیا محذور ہے سوا اس کے کہ ایک عبث بات ہے۔

اقول ف۳ اس کا مبنٰی اُسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول وچہارم کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں لب نہر اسراف کی تحریم کہاں اور یاد رہا ہیں کہ پانی کی اضاعت ہے صارف کیا۔

وقد قدمنا ما یکفی ویشفی ومنہ ف۴ تعلم ما فی تعبیرہ بالوضوء بماء النھر

اس پر ہم کافی وشافی بحث کر چکے ہیں۔ اسی سے وہ نکتہ بھی معلوم ہوجاتا ہے جو "وضو بماء النہر"

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف۲: اگر فقہا خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں سے عام پر اطلاقِ کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اس کے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔

ف۳: معروضۃ اخرٰی علیہ

ف۴: معروضۃ ثالثۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۹

اما استنادہ الٰی ان حدیث فمن زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی و ظلم محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الھدایۃ وغیرھا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص و اعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید قال وقدمنا انہ صریح فی عدم کراھۃ ذٰلک یعنی کراھۃ تحریم[1] اھ۔

سے تعبیر میں ہے ـــ رہا ان کا یہ استناد کہ حدیث "جس نے اس پر زیادتی یا کمی کی تو اس نے حد سے تجاوز اور ظلم کیا" ہمارے نزدیک اعتقاد پر محمول ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے اور بدائع میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہاں تک کہ اگر کمی بیشی کی اور اعتقاد یہ ہے کہ تین بار دھونا ہی سنت ہے تو وعید اسے لاحق نہ ہوگی۔ علامہ شامی نے کہا اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اس میں کراہت یعنی کراہت تحریم نہیں اھ۔

فاقول لایفید(ف) ماقصدہ من قصر الحکم علی کراھۃ التنزیہ مطلقا مالم یعتقد خلاف السنۃ کیف و لوکان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کما یقولہ النھر کان تعودہ مکروھا تحریما ووقوعہ احیانا تنزیھا والحدیث حاکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظالم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذٰلک فمن زاد او نقص

فاقول اس سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو ان کا مقصود ہے کہ اسراف بہرحال مکروہ تنزیہی ہے جب تک مخالفت سنت کا اعتقاد نہ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ـــ اگر ترک اسراف سنت مؤکدہ ہے ـــ جیسا کہ صاحب نہر اس کے قائل ہیں ـــ تو اس کی عادت بنا لینا مکروہ تحریمی، اور احیاناً ہونا مکروہ تنزیہی ہوگا ـــ اور حدیث یہ حکم کرتی ہے کہ مطلقاً جو زیادتی کرے خواہ ایک ہی بار وہ ظالم ہے تو اس کی تاویل اس امر سے ضروری ہوئی جو زیادتی کو مطلقاً ممنوع قرار دے دے اس لئے علماء نے اسے اس معنی پر محمول

ف: معروضۃ رابعۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۰

www.alahazratnetwork.org

مرۃ ولم یعتقد لم یلحقہ الوعید، الا ترٰی انھم ھم الناصون بان من غسل الاعضاء مرۃ ان اعتادا ثم کما قدمناہ عن البدائع ومعناہ عن الخلاصۃ وقد صرح بہ فی الحلیۃ وغیرھا کتاب۔

کیا۔ اب جو ایک بار زیادتی یا کمی کرے اور مخالفت کا اعتقاد نہ رکھے تو وعید اسے شامل نہ ہوگی۔ کیا یہ پیشِ نظر نہیں کہ علما اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ جو اعضا ایک بار دھوئے اگر اس کا عادی ہو تو گنہگار ہے جیسا کہ درمختار کے حوالے سے ہم نے بیان کیا۔ اور اسی کے ہم معنی خلاصہ سے نقل کیا اور اس کی تصریح حلیہ وغیرہا متعدد کتابوں میں موجود ہے۔

ثم العجب (ف) انی رأیت العلامۃ نفسہ قد صرح بھذا فی سنن الوضوء فقال لا یخفی ان التثلیث حیث کان سنۃ مؤکدۃ واصر علی ترکہ یأثم وان کان یعتقدہ سنۃ واما حملھم الوعید فی الحدیث علی عدم رؤیۃ الثلث سنۃ کما یأتی فذلک فی الترک ولو مرۃ بدلیل ما قلنا وقال وبہ اندفع ما فی البحر من ترجیح القول بعدم الاثم لو اقتصر علی مرۃ بانہ لو اثم بنفس الترک لما احتیج الی ھذا الحمل اھ واقرہ فی النھر وغیرہ وذلک لانہ مع عدم الاصرار محتاج الیہ فتدبر[1] اھ۔

پھر حیرت یہ ہے کہ میں نے دیکھا علامہ شامی نے سنن وضو کے بیان میں خود اس کی تصریح کی ہے، وہ لکھتے ہیں، مخفی نہیں کہ تین بار دھونا جب بھی ہو سنت مؤکدہ ہے اور جو اس کے ترک پر اصرار کرے گنہگار ہے اگرچہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور علما کا وعید حدیث کو تثلیث کے سنت نہ ماننے پر محمول کرنا جیسا کہ آرہا ہے یہ تو ایک بار ترک کرنے میں بھی ہے جس کی دلیل وہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ آگے لکھا: اسی سے وہ دفع ہوجاتا ہے جو بحر میں صرف ایک بار ترکِ تثلیث سے گنہگار نہ ہونے کے قول کو یہ کہہ کر ترجیح دی ہے کہ اگر نفس ترک سے گنہگار ہوجاتا تو حدیث کی یہ تاویل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اھ اس کلام کو نہر وغیرہ میں برقرار رکھا ہے۔ یہ کلام دفع یوں ہوجاتا ہے کہ عدم اصرار کے باوجود تاویل حدیث کی ضرورت ہے تو اس پر غور کرو اھ۔

ف: معروضۃ خامسۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۰ و ۸۱

وقال بعده صریح ما فی البدائع انه لاکراھة فی الزیادة والنقصان مع اعتقاد سنیة الثلث وھو مخالف لما مر من انه لو اکتفی بمرة واعتاده اثم ولما سیأتی ان الاسراف مکروہ تحریما ولھذا افرع فی الفتح وغیرہ علی القول بحمل الوعید علی الاعتقاد بقوله فلو زاد لقصد الوضوء علی الوضوء ولطمانینة القلب عند الشك اونقص لحاجة لاباس به فان مفاد ھذا التفریع انه لو زاد اونقص بلاغرض صحیح یکرہ وان اعتقد سنیة الثلث وبه صرح فی الحلیة فیحتاج الی التوفیق بین ما فی البدائع وغیرہ ویمکن التوفیق بما قدمناه انه اذا فعل ذلك مرة لایکرہ مالم یعتقدہ سنة وان اعتادہ یکرہ وان اعتقد سنیت الثلث الا اذا کان لغرض صحیح اھ[1]، ولکن سبحان من لاینسی۔

اس کے کچھ آگے لکھا ہے: بدائع کی تصریح یہ ہے کہ تثلیث کو سنت مانتے ہوئے کم وبیش کردینے میں کوئی کراہت نہیں اور یہ اس کے مخالف ہے جو بیان ہوا کہ اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کرے اور اس کا عادی ہو تو گنہگار ہوگا اور اس کے بھی خلاف ہے جو آگے آرہا ہے کہ اسراف مکروہِ تحریمی ہے اور اسی لئے فتح القدیر وغیرہ میں وعید کو اعتقاد پر محمول کرنے کے قول پر یہ تفریع کی ہے کہ اگر وضو پر وضو کے ارادے سے، یا شک کی حالت میں اطمینانِ قلب کے لئے زیادتی کی یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس تفریع کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی غرض صحیح کے بغیر کمی بیشی کی تو مکروہ ہے اگرچہ تثلیث کے مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور حلیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ تو بدائع اور دوسری کتابوں میں جو مذکور ہے اس میں تطبیق دینے کی ضرورت ہے اور یہ تطبیق اس کلام سے ہوسکتی ہے جو ہم نے پہلے تحریر کیا کہ جب ایک بار ایسا کرے تو مکروہ نہیں جبکہ اسے سنت نہ سمجھے اور اگر اس کا عادی ہو تو مکروہ ہے اگرچہ تثلیث کو سنت مانے مگر جب کسی غرض صحیح کے تحت ہو اھ ـــ لیکن پاک ہے وہ جسے نسیان نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وانت تعلمان الکراھیة

اقول ناظر کو معلوم ہے کہ کبھی ایک بار

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱ و ۸۲

المنفیة فیما اذا نقص مرة ھی التحریمیة کما قدمنا لان ترك السنة المؤکدة مرة واحدة ایضا مکروہ ولو لم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی والبحر وعامة الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراھة التنزیه کما نصوا علیه فاثباته المستفاد ھھنا بالمفھوم المخالف یفید کراھة التحریم۔

کمی کردینے پر کراہت کی جو نفی کی گئی ہے اس سے کراہتِ تحریم مراد ہے جیسا کہ ہم نے سابقاً بیان کیا، اس لئے کہ سنّت مؤکدہ کا ایک بار بھی ترک مکروہ ہے اگرچہ مکروہِ تحریمی نہ ہو۔ اور عادت ہونے کی صورت پر وہ تفریع محمول ہوگی جو فتح، کافی، بحر اور عامۂ کتب میں مذکور ہے اس لئے کہ "لاباس به" (اس میں حرج نہیں) کراہت تنزیہ میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہے تو اثبات "باس" (حرج) جو یہاں مفہومِ مخالف سے مستفاد ہے وہ کراہت تحریم کا افادہ کر رہا ہے۔

ھذا الکلام معه رحمه الله تعالٰی بما قرر نفسه وعند العبد الضعیف منشؤ اٰخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیأتی ان شاء الله تعالٰی۔

یہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے ساتھ خود ان ہی کی تقریر و تحریر سے کلام ہوا اور بندۂ ضعیف کے نزدیک حدیث کو اعتقاد پر محمول کیے جانے کا منشا دوسرا ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی ذکر ہوگا۔

www.alahazratnetwork.org

سوم سے یہ جواب دیا کہ مکروہِ تنزیہی بھی حقیقۃً اصطلاحاً منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے کما فی التحریر (جیسا کہ تحریر میں ہے۔ ت)۔

اقول اولاً ف۱ رحمه الله العلامة یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد اصطلاحِ نحویاں ہے نہ کہ اصطلاحِ شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغۂ نہی اور بعض مندوبات میں صیغۂ امر ہوتا ہے، اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلافِ معانی سے انھیں بحث نہیں کہ یہاں فعل یا ترک کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو ان کی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ مگر لغۃً ف۲ ان کو مامور بہ ومنہی عنہ کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز

ف۱: معروضۃ سادسۃ علیه

ف۲: مکروہ تنزیہی لغۃً وشرعاً منہی عنہ نہیں اگرچہ نحویوں کے طور اس میں صیغۂ نہی ہو۔

سے خاص ہے اور یہی عرف شرع واصطلاحِ فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لاتفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا، تحریر کی عبارت محل مذکور سابقاً سے ملخصاً یہ ہے :

مسئلۃ اختلف فی لفظ المامور به فی المندوب قیل عن المحققین حقیقۃ والحنفیۃ وجمع من الشافعیۃ مجاز و یجب کون مراد المثبت ان الصیغۃ فی الندب یطلق علیها لفظ امر حقیقۃ بناء علی عرف النحاۃ فی ان الامر للصیغۃ المقابلۃ للماضی واخیه مستعملۃ فی الایجاب او غیرہ فالمندوب مامور به حقیقۃ والنافی علی ما ثبت ان الامر خاص فی الوجوب والاول (ای نفی الحقیقۃ) اوجه لابتنائه علی الثابت لغۃ وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) ومثل هذه المکروہ (تنزیها) منهی (عنه) اصطلاحا (نحویا) حقیقۃ مجاز لغۃ (لان النهی فی الاصطلاح یقال علی لاتفعل استعلاء سواء کان للمنع الحتم اولا اما فی اللغۃ فیمتنع ان یقال حقیقۃ نهی عن کذا الا اذا منع منه) اھ مزید

مسئلہ مندوب کے بارے میں لفظ ماموربہ سے متعلق اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ محققین سے منقول ہے کہ وہ حقیقۃً ماموربہ ہے۔ اور حنفیہ اور ایک جماعت شافعیہ سے منقول ہے کہ مجازاً ہے۔ ضروری ہے کہ مثبت کی مراد یہ ہو کہ ندب میں جو صیغہ ہوتا ہے اس پر لفظ امر حقیقۃً بولا جاتا ہے اس بنیاد پر کہ نحویوں کا عرف یہ ہے کہ امر اس صیغہ کو کہتے ہیں جو ماضی ومضارع کے مقابلہ میں ہوتا ہے یہ ایجاب یا غیر ایجاب میں استعمال ہوتا ہے تو مندوب بھی حقیقۃً ماموربہ ہے ـــــ اور نافی اس پر ہے جو ثابت ہوا کہ امر، وجوب میں خاص ہے۔ اور اول (یعنی نفی حقیقت) اوجَہ ہے اس لئے کہ وہ اس پر مبنی ہے جو لغۃً ثابت ہے۔ اور پہلے کی بنیاد (نحویوں کی) اصطلاح پر ہے ـــــ اور اسی کی طرح مکروہ (تنزیہی) بھی (نحوی) اصطلاح میں حقیقۃً منہی (عنہ) ہے اور لغت میں مجازاً۔ (اس لئے کہ اصطلاح میں نہی کا اطلاق بطور استعلاء "لاتفعل" (مت کر) پر ہوتا ہے خواہ منع حتمی ہو یا نہ ہو۔ لیکن لغت میں حقیقۃً یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں کام سے نہی کی مگر اسی وقت جب کہ اس سے منع کردیا ہو) اھ، بالیمین کے

---

[1] التحریر فی اصول الفقہ المقالۃ الثانیۃ الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۲۵۵ تا ۲۵۷

التقریر والتحبیر شرح التحریر " دارالفکر بیروت ۲/۱۹۰ و ۱۹۱

www.alahazratnetwork.org

اما بین الاھلۃ من شرحہ التقریر والتحبیر لتلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی۔

درمیان اضافہ محقق علی الاطلاق کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی کی شرح "التقریر والتحبیر" سے ہیں۔(ت)

ثانیًا اقول (ف۱) اگرمکروہِ تنزیہی شرعًا حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰی مانھٰکم عنہ فانتھوا[1] (کیونکہ باری تعالٰی کاارشاد ہے اور تمھیں جس چیز سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔ت) تومکروہِ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یامکروہِ تحریمی ہوتا اورہم نے اپنے رسالہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ میں دلائل قاہرہ قائم کئے ہیں کہ وہ ہرگز شرعًا منہی عنہ نہیں۔

ثالثًا (ف۲) خود علامہ شامی کوجابجا اس کا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاھر ان السنۃ فعل المغرب فورا وبعدہ مباح الی اشتباك النجوم (ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی ادائیگی فورًا مسنون ہے اوراس کے بعد ستاروں کے باہم مل جانے تک مباح ہے۔ت) نقل کرکے فرمایا:

الظاھر انہ اراد بالمباح مالایمنع فلا ینافی کراھۃ التنزیہ[2]

ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے مباح سے وہ مرادلیا ہے جوممنوع نہ ہو تویہ مکروہِ تنزیہی ہونے کے منافی نہیں۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

آخرکتاب الاشربہ میں سیدعلامہ ابوالسعود سے نقل کیا:

المکروہ تنزیھا یجامع الاباحۃ[3] اھ

مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتاہے (ت)

رابعاوخامسا اقول (ف۳) عجب تریہ کہ صدرحظر میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع بتایاکہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں۔

ثم ادعی (ف۴) تبعا لزلۃ وقعت فی

پھرتلویح میں واقع ہونے والی ایک لغزش کی

ف۱: معروضۃ سابعۃ علیہ

ف۲: معروضۃ ثامنۃ علیہ

ف۳: معروضۃ تاسعۃ علیہ

ف۴: معروضۃ عاشرۃ علیہ

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[2] ردالمحتار کتاب الصلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۴۶

[3] ؎ کتاب الاشربہ " " " ۵/ ۲۹۶

22

التلويح واقمنا فی رسالتنا بسط الیدین الدلائل الساطعة علی بطلانہا و نقلنا مائة نص من ائمتنا و کتب مذھبنا متونا و شروحا وفتاوی منہا کتب نفس الشامی کرد المحتار و نسمات الاسحار علی خلافہ ان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما وسبحٰن اللہ ای اعجب اعجب من ھذا ان یکون المکروہ تنزیہا منہیا عنہ والمکروہ تحریما غیر ممنوع۔

تبعیت میں یہ دعوٰی کردیا کہ شیخین (امام اعظم و امام ابویوسف) رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک مکروہ تحریمی بھی ممنوع نہیں ـــ خدا ہی کے لئے پاکی ہے۔ اس سے زیادہ عجیب کون سا عجب ہوگا کہ مکروہِ تنزیہی تو منہی عنہ ہو اور مکروہِ تحریمی ممنوع نہ ہو۔ ہم نے اس کے بطلان پر اپنے رسالہ "بسط الیدین" میں روشن دلائل قائم کئے ہیں اور اس کے خلاف سَو نصوص اپنے ائمہ اور اپنے مذہب کی کتبِ متون و شروح و فتاوٰی سے نقل کئے ہیں جن میں خود علامہ شامی کی کتابیں ردالمحتار، نسمات الاسحار وغیرہ بھی ہیں۔ (ت)

سادساً عجب تر یہ کہ جب شارح نے جواہر سے آب جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اس کی یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے

ففی الحلیة عن اصول ابن الحاجب انہ قد یطلق و یراد بہ مالا یمتنع شرعا و ہو یشمل المباح والمکروہ والمندوب و الواجب[1]۔

کیونکہ حلیہ میں اصول ابن حاجب سے نقل ہے کہ کبھی جائز بولا جاتا ہے اور اس سے وہ مراد ہوتا ہے جو شرعاً ممنوع نہ ہو۔ یہ مباح، مکروہ، مندوب، واجب سب کو شامل ہے۔ (ت)

یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا مکروہِ تنزیہی بھی شرعاً ممنوع نہیں۔

اقول ف۱ یہ ایک تو اُس دعوے کا رَد ہوگیا کہ مکروہِ تنزیہی بھی حقیقةً منہی عنہ ہے۔

سابعاً ف۲ اصل تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قولِ صاحبِ نہر کی تسلیم ہوگئی خود علامہ نے جابجا تصریح فرمائی کہ کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارتِ جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی میں ممنوع

ف۱: المعروضة الحادیة عشرة علیہ

ف۲: المعروضة الثانیة عشرة علیہ

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

22
22

نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے تو صاف مستفاد ہوا کہ آبِ غیر جاری میں ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحبِ نہر تھا بالجملہ نہر کی کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے، اس کے لئے اولاً تحقیق معنی اسراف کی طرف عود کریں پھر تنقیح حکم و باللہ التوفیق۔

تنبیہ ۶ : اسراف بلاشبہہ ممنوع و ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین[1]

بیہودہ صَرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ صرف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قال اللہ تعالٰی :

ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطٰن لربه کفورا[2] ○

مال بیجانہ اُڑا بیشک بیجا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا۔

اقول اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے :

(۱) غیرِ حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمائی۔

الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبة والبخاری فی الادب المفرد وابن جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححه والبیهقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلهم عنه رضی اللہ تعالٰی عنه فی قوله تعالٰی ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وهو الاسراف[3]

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ، ادب مفرد میں بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم بافادہ تصحیح، شعب الایمان میں بیہقی ۔۔ اور الفاظ ابن جریر کے ہیں۔ یہ سب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ارشادِ باری تعالٰی "ولا تبذر تبذیرا" کے تحت راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا : تبذیر غیر حق میں صرف کرنا، اور یہی اسراف بھی ہے (ت)

ف : اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱ و ۷/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیة ۱۷/ ۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۸۵

اور اسی کے قریب ہے وُہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا : وضع الشیئ فی غیر موضعہ[1] یعنی بیجا خرچ کرنا۔

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی :

لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا۔[2]

اگر تو پہاڑ برابر سونا طاعتِ الٰہی میں خرچ کرے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔

کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا لاخیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں، اس نے جواب دیا لاسرف فی خیر[3] خیر میں اسراف نہیں۔

اقول حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں اس پر نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے :

قال اللہ تعالٰی ، ولا تجعل یدک مغلولۃ الٰی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔[4]

باری تعالٰی کا ارشاد ہے : اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہُوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کر تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وقال تعالٰی :

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور

ف : مسئلہ مصارفِ خیر میں اعتدال چاہیے یا اپنا کُل مال یک لخت راہِ خدا میں دے دینے کی بھی اجازت ہے اس کی تحقیق۔

---

[1] تاج العروس باب الفاء فصل السین دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۳۸

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۵/۱۳۹۰

مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/۱۷۶

[3] " " " " " " " " " " " " " " "

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۹

یقتروا وکان بین ذلك قواما ؎۱ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔(ت)

آیہ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا ؎۲ (اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ت) کی شانِ نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم و معروف ہے رواہا ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج ؎۳۔ اُدھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لے جاؤں گا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے، اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے، حضور نے فرمایا، اہل وعیال کے لئے کیا رکھا، عرض کی وا تنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا ارشاد ہوا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی: اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس پر حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمہارے ان جوابوں میں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام کے لئے وہی

www.alahazratnetwork.org

؎۴ نیز ایک صاحب انڈے برابر سونا لے کر حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک کان میں سے پایا میں اسے تصدق کرتا ہوں اس کے سوا میری ملک میں کچھ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعراض فرمایا انھوں نے پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی، حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے وہ سونا اُن سے لے کر ایسا پھینکا کہ اُن کے لگتا تو درد پہنچاتا یا زخمی کرتا۔ اور فرمایا: تم میں ایک شخص اپنا پورا مال لاتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا، خیر الصدقۃ ماکان عن ظہر غنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو جائے۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (اس کو ابوداؤد وغیرہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ت)۔

؎۱ القرآن الکریم ۲۵/ ۶۷

؎۲ 〃 ۶/ ۱۴۱

؎۳ الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۱
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) 〃 〃 〃 〃 ۸/ ۴۷

؎۴ سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۶-۲۳۵

حکم میانہ روی ہے اور صدقِ توکل وکمالِ تبتّل والوں کی شان بڑی ہے۔

ع۵ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے سیّدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔ رواہ البزار عن بلال و ابویعلی والطبرانی فی الکبیر[1] و الاوسط والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر کالبزار عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم باسانید حسان۔

اے بلال! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔ (بزار نے حضرت بلال سے، اور ابویعلی اور طبرانی نے کبیر میں، اور اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے۔ اور طبرانی نے کبیر میں، جبکہ بزار نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہم سے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ت)

اس حدیث کا مورد یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ کے پاس ایک خرمنِ خُرمہ ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کی: حضور کے مہمانوں کیلئے رکھ چھوڑا ہے۔ فرمایا، اما تخشی ان یکون لك دخان فی نار جہنم کیا ڈرتا نہیں کہ اس کے سبب آتشِ دوزخ میں تیرے لئے دھواں ہو خرچ کر اے بلال! اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کر۔ بلکہ خود انھیں بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا، اے بلال! فقیر مرنا اور غنی نہ مرنا۔ عرض کی: اس کے لئے کیا طریقہ برتوں؟ فرمایا: ما رزقت فلا تخبأ وما سئلت فلا تمنع جو تجھے ملے اُسے نہ چھپا اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے انکار نہ کر۔ عرض کی:

اماقی برسول اللہ...

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۳۴۰

الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی وابی یعلی والبزار الترغیب فی الانفاق مصطفی البابی مصر ۲/۵۱

کشف الخفاء حدیث ۶۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۹۰

کنز العمال حدیث ۱۶۱۸۵ و ۱۶۱۸۶ مؤسسۃ الرسالہ ۶/۳۸۷

[2] الترغیب والترہیب الترغیب فی الانفاق الخ مصطفی البابی مصر ۲/۵۱

(۲) حکمِ الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معٰویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے
ابن جریر و ابوالشیخ عن سفین بن عـه | ابن جریر و ابوالشیخ سفیان بن حسین سے راوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یارسول اللہ! یہ میں کیونکر کرسکوں؟ فرمایا: ھوذاك او النار یا یہ یا نار۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبوالشیخ فی الثواب والحاکم وقال صحیح الاسناد (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا یہ صحیح الاسناد ہے۔ ت)

اگر کہئے اُن پر تاکید اس لئے تھی کہ وُہ اصحابِ صُفّہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا عہد تھا کہ کچھ پاس نہ رکھیں گے **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں اور ہم بھی نہیں کہتے کہ ایسا کرنا ہر ایک پر لازم ہے مگر ان حضرات پر اُس کے لازم فرمانے ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام فی نفسہٖ محمود ہے اور ہر صادق التوکل کو اُس کی اجازت، ورنہ اُن کو بھی منع کیا جاتا جیسے ایک صاحب نے عمر بھر رات کو نہ سونے کا عہد کیا، ایک نے عمر بھر روزے رکھنے کا، ایک نے کبھی نکاح نہ کرنے کا۔ اس پر ناراضی فرمائی اور ارشاد ہوا: میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شب کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور نکاح کرتا ہوں فمن رغب عن سنتی فلیس منّی تو جو میری سنّت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں، رواہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ایک شخص نے پیادہ حج کی منت مانی، ضعف سے دو آدمیوں پر تکیہ دیے چل رہا تھا، اُسے سوار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا:

ان اللہ تعالٰی عن تعذیب ھذا نفسہ لغنی۔ رویاہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے (اسکو شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)

عـه وقع فی نسخۃ الدر المنثور المطبوعۃ بمصر سعید بن جبیر وھو تصحیف اھ منہ عفی عنہ۔

عـه در منثور مطبوعہ مصر کے نسخہ میں سعید بن جبیر واقع ہوا ہے۔ یہ تصحیف ہے اھ منہ عفی عنہ۔ (ت)

۱؎ المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۳۴۱
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۱۶
الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی وابی الشیخ والحاکم الخ الترغیب فی الانفاق الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۲
۲؎ صحیح البخاری کتاب النکاح ۲/ ۷۵۷ و صحیح مسلم کتاب النکاح ۱/ ۴۴۹
۳؎ صحیح البخاری ابواب العمرۃ ۱/ ۲۵۱ و صحیح مسلم کتاب النذر ۲/ ۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس باياس بن معٰوية فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت به امرالله فهو سرف[1]

ہیں وہ ابوبشر سے، انھوں نے کہا: ایاس بن معاویہ کے گرد جمع ہوکر لوگوں نے ان سے پوچھا: اسراف کیا ہے؟ فرمایا: جس خرچ میں تم امرِ الٰہی سے تجاوز کرجاؤ وہ اسراف ہے۔ (ت)

اور اسی کی مثل اہلِ لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیأتی من التفسیر الکبیر (جیسا کہ تفسیر کبیر سے آئے گا۔ ت) تعریفات السید میں ہے:

الاسراف تجاوز الحد فی النفقة[2]

اسراف، خرچ میں حد سے آگے بڑھنا ہے۔ (ت)

اقول یہ تفسیر مجمل ہے حکمِ الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ گٹوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو و نیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہئے یعنی حدِ اجازت سے تجاوز، اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کی طرف عود کرے گی۔

(۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مطہر یا مروّت کے خلاف ہو، اوّل حرام ہے اور ثانی مکروہِ تنزیہی۔ طریقہ محمدیہ میں ہے:

الاسراف والتبذیر وهو ملكة بذل المال حيث يجب امساكه بحكم الشرع او المروءة وهی رغبة صادقة للنفس فی الافادة بقدر ما يمكن، وهما فی مخالفة الشرع حراما ن وفی مخالفة المروءة مكروهان تنزيها اھ[3]

اسراف و تبذیر اس جگہ مال خرچ کرنے کا ملکہ (نفس کی قوتِ راسخہ) جہاں شریعت یا مروّت روکنا لازم کرے اور مروّت امکانی حد تک پہنچانے کے کام میں نفس کی سچی رغبت کو کہتے ہیں۔ اسراف و تبذیر شریعت کی مخالفت میں ہوں تو حرام ہیں اور مروّت کی مخالفت میں ہوں تو مکروہ تنزیہی ہیں۔

اقول وزاد ملكة ليجعلهما من منكرات القلب لانه فی

اقول ان دونوں کو منکراتِ قلب سے قرار دینے کے لئے لفظ ملکہ کا اضافہ کردیا

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۷۴
الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ " " " " ۳/ ۳۳۲

[2] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

[3] طریقہ محمدیہ السابع والعشرون الاسراف والتبذیر مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/ ۱۵ و ۱۶

تعدیدها ومثل الشارح العلامة سیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی مخالفة المروءة بدفعه للاجانب والتصدق به علیهم وترك الاقارب والجیران المحاویج[1] اھ۔

اقول[ف1] اخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ[ف2] رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یا امة محمد والذی بعثنی بالحق لایقبل اللہ صدقة من رجل وله قرابة محتاجون الی صلته ویصرفها الی غیرهم والذی نفسی بیدہ لاینظر اللہ الیه یوم القیٰمة[2] اھ فهو خلاف الشرع الامجد خلاف المروءة واللہ تعالٰی اعلم۔

کیوں کہ یہاں وہ دل کی برائیاں ہی شمار کرا رہے ہیں۔ اور شارح علامہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے مخالفت مروت کی مثال پیش کی ہے کہ حاجت مند قرابتداروں اور ہمسایوں کو چھوڑ کر بیگانوں اور دُور والوں کو مال دے اور ان پر صدقہ کرے اھ۔

اقول طبرانی نے بسندِ صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے امت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا خدا اس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے کچھ ایسے قرابت دار ہوں جو اس کے صلہ کے محتاج ہوں اور وہ دوسروں پر صرف کرتا ہو، اُس کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے خدا اس کی طرف روزِ قیامت نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔ تو یہ (حاجتمند اقارب کو چھوڑ کر اجانب کو دینا) صرف مروّت ہی کے خلاف نہیں شریعت کے بھی خلاف ہے۔ اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ف1: **تطفل** علی السید النابلسی۔

ف2: **مسئلہ** جس کے عزیز محتاج ہوں اُسے منع ہے کہ انہیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے۔ حدیث میں فرمایا: ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة السابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۸

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی الاقارب دارالکتاب بیروت ۳/ ۱۱۷

وانا **اقول** وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اس نے ایک فضول کام میں اُٹھا دیا جیسے بے مصلحتِ شرعی مکان کی زینت و آرائش میں مبالغہ اس سے اسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو دیتا تو ان کو کیسا نفع پہنچتا، تو اس حرکت سے ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بے معنی خواہش کو ان کی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلافِ مروت ہے۔

(۴) طاعتِ الٰہی کے غیر میں اُٹھانا۔ قاموس میں ہے:

الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ[1]۔

اسراف: تبذیر یا وہ جو غیر طاعت میں خرچ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں اسی کی نقل پر اقتصار فرمایا۔

اقول ظاہر ہے ف کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اُن میں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعت سے خلافِ طاعت مراد لیں تو مثل تفسیر دوم ہوگی۔ اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ:

لایلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون منھیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ مؤکدۃ[2]۔

اس کے غیر طاعت ہونے سے حرام ہونا لازم نہیں آتا، ہاں جب اس کے (وضو میں تین بار سے زیادہ دھونے کے) مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو وہ منہی عنہ ہوگا اور اس کا ترک سنتِ مؤکدہ ہوگا۔ (ت)

صحیح نہ رہے گا۔

(۵) حاجتِ شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا،

کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیۃ و البحر وتبعھما العلامۃ الشامی۔

جیسا کہ اس مبحث کے شروع میں حلیہ و بحر کے حوالے بیان ہُوا اور علامہ شامی نے ان دونوں کا اتباع کیا۔ (ت)

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش بل والقاموس ایضا۔

---

[1] القاموس المحیط باب الفاء فصل السین تحت "السرف" مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۵۶

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰

www.alahazratnetwork.org

اقول اوّلاً [ف1] مراتبِ خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اُن میں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ ان میں خرچ بھی اسراف نہیں جب تک حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق [1]	اے نبی! تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کئے ہیں۔ (ت)

مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بکار آمد بات مراد ہے۔

ثانیاً [ف2] شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجتِ دنیویہ میں بھی زیادہ اُڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلافِ شرع نہ ہو تو یہ اس قول پر مبنی ہو جائے گا جس میں اسراف و تبذیر میں حاجت جائزہ و ناجائزہ سے فرق کیا ہے۔ اگر کہئے ان علماء کا یہ کلام دربارۂ وضو ہے اُس میں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی۔

اقول اب مطلقاً حکمِ ممانعت مسلّم نہ ہوگا مثلاً میل چھڑانے یا شدّت گرما میں ٹھنڈک کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لئے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرماکر اتنا ہی کہا:

www.alahazratnetwork.org

الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ۔ [2]	اسراف قدرِ حاجت پر زیادتی کا نام ہے (ت)

اقول مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک اور خلل ہوگا کہ قدرِ حاجت سے زیادت کے لئے وجودِ حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے، ہاں حلیہ و اتباع کی طرح خاص اسراف فی الوضوء کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا۔

(۶) غیرِ طاعت میں یا بلاحاجت خرچ کرنا۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے:

الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ اوفی غیر طاعۃ اللہ [3]	اسراف اور تبذیر: بغیر حاجت یا غیرِ طاعتِ الٰہی میں خرچ کرنا ہے۔ (ت)

ف۱: تطفل علی الحلیۃ والبحروش ف۲: تطفل اخر علیہم

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۷۶

[3] النہایۃ لابن اثیر فی غریب الحدیث والاثر تحت لفظ "سرف" دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۲۵

مجمع بحار الانوار تحت لفظ سرف مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ السعودیۃ ۳/ ۶۶

یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے۔

اقول اولاً [ف۱] طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری۔

ثانیاً حاجت [ف۲] میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی۔

(۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے:

الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابة الحق فی العطیة اما بتجاوز حده فی الزیادة و اما بتقصیر عن حده الواجب [۱]

کلامِ عرب میں اسراف اِسے کہتے ہیں کہ دینے میں حق کے حصول سے خطا کر جائے یا تو حق کی حد سے آگے بڑھ جائے یا اس کی واجبی حد سے پیچھے رہ جائے۔ (ت)

اقول یہ عطا [ف۳] کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی الوضوء اسراف و فی کل شیئ اسراف [۲] رواه سعید بن منصور عن یحیی بن ابی عمرو السیبانی الثقة مرسلا۔

وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے (اسے سعید بن منصور نے یحیٰی بن ابی عمرو سیبانی ثقہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ ت)

(۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اُٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے:

الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس [۳] اھ قدمه ههنا و اقتصر علیه فی المسرف۔

اسراف: گھٹیا مقصد میں زیادہ مال خرچ کر دینا اھ۔ بیان اسراف میں اس تعریف کو مقدم رکھا اور مُسرف کی تعریف میں صرف اسی کو ذکر کیا۔ (ت)

اقول یہ بھی جامع [ف۴] نہیں بے غرض محض تھوڑا مال ضائع کر دینا بھی اسراف ہے۔

ف۱: تطفل علی ابن الاثیر و العلامة طاهر
ف۲: تطفل اٰخر علیهما
ف۳: تطفل علی ابن جریر
ف۴: تطفل علی العلامة السید الشریف

---

[۱] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیة ۶/ ۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۷۵
[۲] کنز العمال بحوالہ ص عن یحیٰی بن ابی عمرو حدیث ۲۶۲۴۸ موسسة الرسالہ ۹/ ۳۲۵
[۳] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

www.alahazratnetwork.org

(۹) حرام میں سے کچھ یا حلال کو اعتدال سے زیادہ کھانا۔ حکاہ السید قیلا[1] (تعریفات میں سید شریف نے اسے بطور قیل حکایت کیا۔ ت) **اقول** یہ کھانے سے خاص ہے۔[ف]

(۱۰) لائق و پسندیدہ بات میں قدر لائق سے زیادہ اُٹھا دینا۔ تعریفات علامہ شریف میں ہے :

الاسراف صرف الشیئ فیما ینبغی زائدا علی ماینبغی بخلاف التبذیر فانہ صرف الشیئ فیمالا ینبغی[2]

اسراف : مناسب کام میں حد مناسب سے زیادہ خرچ کرنا، بخلاف تبذیر کے کہ وہ نامناسب امر میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ (ت)

اقول ینبغی کا اطلاق کم از کم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص میں اُس سے بھی زیادہ ہے مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہیں سب کو ینبغی مان لیں کہ مباح کاموں کو بھی شامل ہو جائے ولیس ببعید (اور یہ بعید نہیں۔ ت) اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل ہے تو اس میں جو کچھ اُٹھے گا اس تفسیر پر داخلِ تبذیر ہوگا۔

(۱۱) بے فائدہ خرچ کرنا۔ قاموس میں ہے :

ذھب ماء الحوض سرفا فاض من نواحیہ[3]

حوض کا پانی اس کے کناروں سے بہ گیا (ت)

تاج العروس میں ہے :

قال شمر سرف الماء ماذھب منہ فی غیر سقی ولا نفع یقال اروت البئر النخیل وذھب بقیۃ الماء سرفا[4]

شمر نے کہا سرف الماء کا معنی وہ پانی جو سینچائی یا کسی فائدہ کے بغیر جاتا رہا، کہا جاتا ہے کنویں نے کھجوروں کو سیراب کردیا اور باقی پانی سرف (بیکار) گیا۔ (ت)

تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری میں ہے :

ف : معروضۃ علی من نقل عنہ السید۔

---

[1] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

[2] " " " " " " "

[3] القاموس المحیط باب الفاء فصل السین مصطفی البابی مصر ۲/۱۵۶

[4] تاج العروس " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۳۸

اعلم ان لاھل اللغۃ فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف تجاوز ما حدّ لك الثانی قال شمر[ع۱] سرف المال[ع۲] ما ذھب منه فی غیر منفعة۔[۱]

واضح ہو کہ اسراف کی تفسیر میں اہل لغت کے دو قول ہیں: اول، ابن الاعرابی نے کہا سرف کا معنی مقررہ حد سے تجاوز۔ دوم شمر نے کہا سرف المال وہ جو بے فائدہ چلا جائے (ت)

اقول منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک مرتبہ زینت ہے مگر ایک معنی پر زینت بھی بے فائدہ نہیں۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع ومانع و واضح تر تعریف اول ہے، اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم کی گٹھڑی فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابوحنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورثِ علم ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین۔

تبذیر کے باب میں علماء کے دو قول ہیں،

(۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا ہیں۔

اقول یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، قولِ اول کی حدیث میں اس کی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی،

کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نتحدث ان التبذیر النفقة فی غیر حقه۔[۲]

ہم اصحاب محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ بیان کرتے تھے کہ تبذیر غیر حق میں خرچ کرنے کا نام ہے۔ (ت)

ف: تبذیر و اسراف کے معانی میں فرق کی بحث۔

ع۱ وقع ھھنا فی نسخة تفسیر النیسابوری المطبوعة بمصر عمر بالعین وھو تحریف۔

ع۱ یہاں تفسیر نیشاپوری کے مصری مطبوعہ نسخہ میں شمر کے بجائے عین سے عمر چھپ گیا ہے، یہ تحریف ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ ھکذا ھو المال باللام فی کلا التفسیرین وقضیة التاج انه الماء بالھمزۃ ۱۲ منه۔

ع۲ یہ دونوں تفسیروں میں اسی طرح لام سے "مال" لکھا ہوا ہے اور تاج العروس کا تقاضا ہے کہ یہ ہمزہ سے "ماء" ہو ۱۲ منہ (ت)

۱؎ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/ ۱۷۵ و ۱۷۶

۲؎ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " ۱۷/ ۲۶ و ۲۷ دار احیاء التراث العربی ۱۵/ ۸۶

سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر و ابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

المبذر المنفق فی غیر حقہ[1] — مُبَذِّر وہ جو غیر حق میں خرچ کرے۔(ت)

ابن جریر کی ایک روایت اُن سے یہ ہے :

لاتنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حق، وقال مجاھد لو انفق انسان مالہ کلہ فی الحق ماکان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا[2] — باطل میں خرچ نہ کر کہ مُبَذِّر وہی ہے جو ناحق میں خرچ کرتا ہو۔ مجاہد نے کہا: اگر انسان اپنا سارا مال حق میں خرچ کردے تو تبذیر نہیں اور اگر ایک مُد باطل میں خرچ کردے تو تبذیر ہے(ت)

نیز قتادہ سے راوی :

التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالٰی وفی غیر الحق وفی الفساد[3] — تبذیر: اللہ کی معصیت میں، غیر حق میں، اور فساد میں خرچ کرنا ہے۔(ت)

نہایہ ومختصر امام سیوطی میں ہے :

www.alahazratnetwork.org

المباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ[4] — مُبَاذِر و مُبَذِّر، خرچ میں اسراف کرنے والا۔(ت)

نیز مختصر میں ہے :

الاسراف التبذیر[5] (اسراف کا معنی تبذیر ہے۔ ت)

قاموس میں ہے :

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/ ۲۶و۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۸۶
الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور والبخاری فی الادب وابن المنذر والبیہقی فی شعب الایمان " " ۵/ ۲۳۹
[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/ ۲۶و۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۸۷
[3] " " " " " " " " " "
[4] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب الباء مع الذال تحت لفظ بذر دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۱۰
مختصر احیاء العلوم
[5] " " "

بذرہ تبذیرا خربه وفرقه اسرافا۔[1] | بذرہ تبذیرا اسے خراب کیا اور بطور اسراف بانٹ دیا۔(ت)

تعریفات السید میں ہے:

التبذیر تفریق المال علی وجه الاسراف۔[2] | تبذیر: بطور اسراف مال بانٹنا۔ (ت)

اسی طرح مختار الصحاح میں اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو اسراف سے تفسیر کیا۔

(۲) ان میں فرق ہے تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے۔ ابن جریر عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولائے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لاتبذر تبذیرا لاتعط فی المعاصی۔[3] | "لاتبذر تبذیرا" کا معنی ہے "معاصی میں نہ دے"۔ (ت)

اقول اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو ازانجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت "لاتعط فی المعاصی" (اس کی نافرمانی میں مت دے۔ ت) کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو، بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم۔

وهذا هو المشتهر الیوم ووقع فی التاج عن شیخه عن ائمة الاشتقاق ان التبذیر یشمل الاسراف فی عرف اللغة،[4] وبه صرح العلامة الشهاب فی عنایة القاضی و | اور اس وقت یہی مشہور ہے اور تاج العروس میں اپنے شیخ کی روایت سے ائمہ اشتقاق سے نقل کیا ہے کہ لغت کے عرف میں تبذیر اسراف کو شامل ہے اھ۔ اس کی صراحت علامہ شہاب خفاجی نے عنایۃ القاضی میں کی ہے اور

---

[1] القاموس المحیط باب الراء فصل الباء مصطفی البابی مصر ۱/۳۸۳

[2] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۲۳

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ و ۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۷

[4] تاج العروس باب الراء فصل الباء " " " " ۳/۳۹

مفادہ ان التبذیر اعم و لم یفسراہ۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ تبذیر اعم ہے اور دونوں نے اس کی تفسیر نہ کی۔(ت)

بعض نے یُوں فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بے موقع بات میں صرف کرنا تبذیر، دونوں بُرے ہیں اور تبذیر بدتر۔

قال الخفاجی وفرق بینھما علی مانقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھوجھل بمقادیر الحقوق و التبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم[1]

خفاجی نے فرمایا: جیسا کہ کشف میں نقل کیا ہے ان دونوں میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ اسراف مقدار میں حد سے آگے بڑھنا اور یہ حقوق کی قدروں سے ناآشنائی ہے ــ اور تبذیر حق کی جگہ سے تجاوز کرنا اور یہ کیفیت اور اس کے مقامات سے ناآشنائی ہے اور دونوں ہی مذموم ہیں اور ثانی زیادہ بُرا ہے۔(ت)

اس تقدیر پر دونوں متباین ہوں گے۔

www.alahazratnetwork.org

اقول اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بے موقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع و محل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بے موقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو۔ بالجملہ احاطہ کلمات سے روشن ہُوا کہ وہ قطب جن پر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت، اور حکم دونوں کا منع وکراہت۔

اقول معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اُس میں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں، لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ، ولہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ و استہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہوجائیں گے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو

ف: مسئلہ اسراف کہ ناجائز وگناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف و استعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔

---

[1] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی تحت الآیۃ ۱۷/ ۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۲

اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: 23

ان اللّٰہ تعالٰی کرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال[1] بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے مکروہ رکھا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔ (ت)

یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ وملحوظ رکھنا چاہیے کہ آئندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف، وباللہ التوفیق۔

فائدہ ف: یہاں سے ظاہر ہُوا کہ وضو وغسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اس کی بہت مثالیں اُن پانیوں میں ملیں گی جن کو ہم نے آبِ وضو سے مستثنٰی بتایا نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور ان کے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جن میں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہُوا:

www.alahazratnetwork.org

(۱) یہ کہ وضو علی الوضوء کی نیت کرے کہ نورٌ علٰی نور ہے۔

(۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کرکے تثلیث کامل کرلے مثلاً شک ہُوا کہ منہ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایک بار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایک بار کا خیال ہوا تو دو بار، اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہوجائے، یہ اسراف نہیں کہ اطمینانِ قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔ ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بیان کر آئے کہ، دع ما یریبك الی مالا یریبك[2] شک کی

ف: مسئلہ اُن صحیح غرضوں کا بیان جن کے لئے وضو وغسل میں تین تین بار سے زیادہ اعضا کا دھونا داخلِ اسراف نہیں بلکہ جائز وروا یا محمود ومستحسن ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب ماینہی عن اضاعۃ المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ 〃 〃 〃 ۲/ ۷۵
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشتبہات 〃 〃 〃 ۱/ ۲۷۵

بات چھوڑ کر وہ کرے جس میں شک نہ رہے۔

کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے :

ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی و ظلم) اذا زادہ معتقدا ان السنۃ ھذا فاما لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او نیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ لانہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم امر بترک مایریبہ الی مالایریبہ[1]

حدیث پاک "جس نے اس سے زیادتی یا کمی کی وہ حد سے بڑھا اور ظلم کیا" کی وعید اس صورت میں ہے جب یہ اعتقاد رکھتے ہوئے زیادہ کرے کہ زیادہ کرنا ہی سنت ہے لیکن شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادہ کرے یا دوسرے وضو کی نیت ہو تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ شک کی حالت چھوڑ کر وہ صورت اختیار کرے جس میں شک نہ رہے۔ (ت)

فتح القدیر میں قول ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنۃ (وعید اس لئے ہے کہ وہ سنت نہیں سمجھتا ہے۔ت) کے تحت میں ہے :

فلو رأہ وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء اولطمانینۃ القلب عند الشک او نقص لحاجتہ لاباس بہ[2]

تو اگر تثلیث کو سنّت مانا اور وضو پر وضو کے ارادے سے یا شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادہ کیا یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

عنایہ میں ہے :

اذا زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او بنیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ فان الوضوء علی الوضوء نور علٰی نور وقد امر بترک مایریبہ الی مالایریبہ[3]

شک کے وقت اطمینان قلب کے لئے یا دوسرے وضو کی نیت سے زیادہ کیا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وضوء علی الوضو نورٌ علٰی نور ہے اور اسے حکم ہے کہ شک کی صورت چھوڑ کر وہ اختیار کرے جس میں اسے شک نہ ہو۔ (ت)

[1] الکافی شرح الوافی
[2] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۷
[3] العنایۃ علی الہدایۃ مع فتح القدیر " " " " "

www.alahazratnetwork.org

حلیہ میں ہے:

الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی فی الھدایۃ ومحیط رضی الدین والبدائع ونص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشك فلا یلحقہ الوعید وھو ظاھر وھل لو زاد علی الثلاث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف[1]

وعید اعتقاد مذکور پر ہے خود فعل پر نہیں ۔ اسی کو ہدایہ، محیط رضی الدین اور بدائع میں بھی اختیار کیا ہے اور بدائع میں صراحت کی ہے کہ یہی صحیح ہے اس لئے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی سنّت کو نہ مانے وہ بدمذہب ہے اسے وعید لاحق ہوگی ۔ اور اگر تین پر اضافہ وضو علی الوضوء کے ارادہ سے ہے یا شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے ہے تو اسے وعید لاحق نہ ہوگی اور یہ ظاہر ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مذکورہ باتوں میں سے کسی کا قصد ہوئے بغیر اس نے تین بار سے زیادہ دھویا مکروہ ہے یا نہیں، ظاہر یہ ہے کہ مکروہ ہے کیونکہ یہ اسراف ہے۔

www.alahazratnetwork.org

اسی طرح نہایہ و معراج الدرایہ و مبسوط و سراج وہاج و برجندی و درمختار و عالمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متاخرین شراح کو ان صورتوں میں واقع ہوا

صورتِ اولٰی میں تین[3] وجہ سے:

وجہ اول وضو عبادتِ[ف] مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کیلئے وسیلہ ہے ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے

ف: مسئلہ بعض نے فرمایا کہ وضو پر وضو اُسی وقت مستحب ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدۂ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جس کے لئے باوضو ہونے کا حکم ہے ادا کر چکا ہو بغیر اس کے تجدیدِ وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا ایک بار تجدید تو بغیر اس کے بھی مستحب ہے، ہاں ایک سے زیادہ بے اس کے مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیثِ خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مطلقاً تجدیدِ وضو کو مستحب فرماتی ہیں اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

توجب تک اس سے کوئی کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مسِ مصحف واقع نہ ہو لے اس کی تجدید مشروع نہ ہونی چاہئے کہ اسراف محض ہوگی۔ یہ اعتراض محقق ابراہیم حلبی کا ہے۔ خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو قول نقل کرکے فرمایا تھا:

ھذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استأنف الوضوء لایکرہ بالاتفاق[1]۔

یہ اس صورت میں ہے کہ ابھی وضو سے فارغ نہ ہوا ہو اگر فارغ ہوگیا پھر از سرِ نو وضو کیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہے کما فی ش۔ اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہوکر معاً بہ نیت وضوعلی الوضوء دوسرا وضو شروع کردینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اس پر علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سُنن الوضوء، فصل ثانی میں زیرِ حدیث فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی[2] (توجس نے اس پر زیادتی کی اُس نے بُرا کیا اور حد سے آگے بڑھا۔ ت) اُن کی تبعیت کی۔

اقول اولاً[ف۱] جب ائمہ ثقات نے ہمارے علماء کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش۔

ثانیاً[ف۲] عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہوکر جائز ہو بلکہ فی نفسہٖ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے ولہذا اجماع ہے کہ ہر وقت[ف۳] باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے۔ فتاوٰی قاضی خان و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے،

ومنھا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا[3]۔

اسی میں سے وضو کی محافظت بھی ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب بے وضو ہو وضو کرلے تاکہ ہر وقت باوضو رہے، وضو کی محافظت اسلام کی سنّت ہے (ت)

ف۱: تطفل علی الغنیۃ وعلی القاری۔ ف۲: تطفل اٰخر علیھما

ف۳: مسئلہ ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

[2] مرقاۃ المفاتیح " " باب " تحت الحدیث ۴۱۷ ۲/ ۱۲۴

[3] الفتاوی الہندیۃ " الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹

بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں اُسے اسلام کی سُنتوں سے بتایا، فرماتے ہیں:
المحافظۃ علی الوضوء سنۃ الاسلام۔[1] وضو کی محافظت اسلام کی سنت ہے۔ (ت)

اس کی شرح مفاتیح الجنان ومصابیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے:

بلغنا ان اللّٰہ تعالٰی قال لموسٰی علیہ الصلوۃ والسلام یا موسٰی اذا اصابتک مصیبۃ وانت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسک۔[2] یعنی ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: اے موسٰی! اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرنا۔

اُسی میں کتاب خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے: قال بعض اھل المعرفۃ من داوم علی الوضوء اکرمہ اللّٰہ تعالٰی بسبع خصال[3] الخ یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالٰی اُسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے:

(۱) ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔
(۲) قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے۔
(۳) اس کے اعضاء تسبیح کریں۔
(۴) اُسے تکبیرِ اُولٰی فوت نہ ہو۔
(۵) جب سوئے اللہ تعالٰی کچھ فرشتے بھیجے کہ جن وانس کے شر سے اُس کی حفاظت کریں۔
(۶) سکراتِ موت اس پر آسان ہو۔
(۷) جب تک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے۔

اُسی میں بحوالہ مقدمہ غزنویہ وخالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من احدث ولم یتوضأ فقد جفانی۔[4] جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اس نے میرا کمال ادب جیسا چاہئے ملحوظ نہ رکھا۔

---

[1] شرعۃ الاسلام مع شرح مفاتیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۲
[2] مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۴

اقول مگر ظاہر یہ حدیث بے اصل ہے،

تشھد به قریحة من نظرہ فیه بتمامه وایضا لوصح لوجبت استدامة الوضوء ولا قائل به واللہ تعالٰی اعلم۔

جو پوری حدیث میں غور کرے اس کی طبیعت اس کی شہادت دے گی۔ اور اگر یہ درست ہوتی تو ہمیشہ باوضو رہنا واجب ہوتا، اور کوئی اس کا قائل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ثالثًا وہ تنظیف ہے[ف۱] اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہیں کہ تجدید موجب تنظیف مزید۔

ولہذا[ف۲] جمعہ وعیدین وعرفہ[عہ] واحرام و وقوف عرفات و وقوف مزدلفہ وحاضری حرم وحاضری سرکار اعظم

ف۱: تطفل ثالث علیھما۔

ف۲: مسئلہ اُن بعض اوقات ومواقع کا ذکر جن کے لئے غسل مستحب ہے۔

عہ: قال فی الدر وفی جبل عرفة[۱]، قال ش "اقحم لفظ جبل اشارة الی ان الغسل للوقوف نفسه لا لدخول عرفات ولا للیوم وما فی البدائع من انه یجوز ان یکون علی الاختلاف ای للوقوف او للیوم کما فی الجمعة ردہ فی الحلیة بان الظاھر انه للوقوف قال وما اظن ان احدا ذھب الی استنانه لیوم عرفة بلا حضور عرفات اھ،

عہ: درمختار میں ہے "جبل عرفہ پر غسل"، شامی میں ہے لفظ جبل اس بات کی جانب اشارہ کے لئے بڑھادیا کہ غسل خود وقوف کی وجہ سے ہے عرفات میں داخل ہونے یا روزِ عرفہ کی وجہ سے نہیں ــ اور بدائع میں جو ہے کہ "ہوسکتا ہے اس میں اختلاف ہو کہ غسل وقوف کی وجہ سے ہے یا اس دن کی وجہ سے ہے جیسے جمعہ میں اختلاف ہے" حلیہ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ غسل وقوف کی وجہ سے ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی کا یہ مذہب ہو کہ عرفات کی حاضری کے بغیر صرف روزِ عرفہ کا غسل مسنون ہے۔ اھ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

و دخولِ منیٰ و رمیِ جمار ہر سہ روز و شبِ برات و شبِ قدر و شبِ عرفہ و حاضریِ مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے۔ درمختار میں قولِ ماتن سن لصلٰوۃ جمعۃ وعید[1] (نمازِ جمعہ وعیدین کیلئے غسل سنت ہے۔ ت) کے بعد ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واقرہ فی البحر والنھر لکن قال المقدسی فی شرح نظم الکنز لایستبعد سنیتہ للیوم لفضیلتہ حتی لو حلف بطلاق امرأتہ فی افضل ایام العام تطلق یوم عرفۃ ذکرہ ابن ملک فی شرح المشارق[2] اھ اقول ھذا صاحب الدر ناصا علی استنانہ ای استحبابہ لیلۃ عرفۃ وقد عدھا فی التاتارخانیۃ والقھستانی فالیوم احق فلذا افردت عرفۃ من الوقوف وکذا دخول منی من رمی الجمار تبعا للتنویر شرح الغزنویۃ کما نقل عنہ ش، واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ۔

اسے بحر و نہر میں برقرار رکھا۔ لیکن مقدسی نے شرح نظم کنز میں لکھا کہ: دن کے باعث اس غسل کا مسنون ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ دن فضیلت رکھتا ہے یہاں تک کہ اگر یہ کہا کہ میری عورت کو سال کے سب سے افضل دن میں طلاق، تو روزِ عرفہ اس پر طلاق واقع ہوگی۔ اسے ابن ملک نے شرح مشارق میں ذکر کیا اھ اھ۔ اقول یہ تو صاحبِ درمختار ہیں جنھوں نے عرفہ کی شب میں غسل مسنون یعنی مستحب ہونے کی صراحت فرمائی اور تاتارخانیہ و قہستانی میں بھی اسے شمار کیا تو دن اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اسی لئے میں نے عرفہ کو وقوف سے الگ شمار کیا اسی طرح دخول منی کو رمی جمار سے الگ کیا تنویر اور شرح غزنویہ کی تبعیت میں جیسا کہ اس سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

ف: تطفل علی الدر

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲

[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۴

www.alahazratnetwork.org

وکذا الدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس[1] الخ۔	اسی طرح مدینہ میں داخل ہونے اور لوگوں کے مجمع میں حاضر ہونے کے لئے سنت ہے الخ (ت)

ان سب میں نماز کے لئے وسیلہ ہونا کہاں کہ جنابت نہیں۔

رابعًا[ف۱] صرف وسیلہ ہی ہوکر مشروع ہوتا تو ایک بار کوئی فعل مقصود کرلینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی کہ پہلا وضو جب تک باقی ہے وسیلہ باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل وبیکار واسراف ہے۔

خامسًا[ف۲] بلکہ چاہئے تھا کہ شرع مطہر وضو میں تثلیث بھی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایک بار دھونے سے حاصل ہوگیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لئے۔

سادسًا[ف۳] رزین نے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین وقال ھو نور علٰی نور[2]	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو میں اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے۔

ایک ہی بار کے دھونے میں نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اس پر اور زیادت کیوں فضول ہوگی حالانکہ انھیں رزین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوضوء علی الوضوء نورٌ علٰی نور[3]	وضو پر وضو نور پر نور ہے۔

سابعًا ابوداود وترمذی وابن ماجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من توضأ علی طھر کتب لہ عشر	جو باوضو وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں

ف۱: تطفل رابعۃ علی الغنیۃ والقاری
ف۲: تطفل خامس علیہما
ف۳: تطفل سادس علیہما
ف۴: وضو پر وضو کے فضائل

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲
[2] مشکوۃ المصابیح باب سنن الوضوء الفصل الثالث قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۷
[3] کشف الخفاء حدیث ۲۸۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۰۳

حسنات[1] لکھی جائیں۔

مناوی نے تیسیر میں کہا: ای عشر وضوءات[2] یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشایخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں، اسی بنا پر سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا، رد المحتار میں ہے:

لکن ذکر سیدی عبدالغنی النابلسی ان المفھوم من اطلاق الحدیث مشروعیتہ ولو بلا فصل بصلٰوۃ او مجلس اٰخر ولا اسراف فیما ھو مشروع اما لو کررہ ثالثا اورابعا فیشترط لمشروعیتہ الفصل بما ذکر والا کان اسرافا محضا اھ فتأمل[3] اھ۔

لیکن سیدی عبدالغنی نابلسی نے ذکر کیا ہے کہ اطلاقِ حدیث سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایک بار وضو کے بعد اگر کسی نماز کی ادائیگی یا کسی مجلس کی تبدیلی سے فصل نہ ہوا تو بھی دوسری بار وضو جائز و مشروع ہے اور امر مشروع کے اندر صرف کرنے میں اسراف نہیں لیکن اگر تیسری یا چوتھی بار وضو کرے تو اس کی مشروعیت کے لئے مذکورہ امور میں سے کسی کے ذریعہ فصل کی شرط ہوگی ورنہ محض اسراف ہوگا اھ تو تأمل کرو اھ۔

اقول ف لکن اطلاق الحدیثین یشمل الثالث والرابع ایضا و ایضا اذا لم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی

اقول لیکن دونوں حدیثوں کا اطلاق تو تیسری اور چوتھی بار کو بھی شامل ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ جب دوسری بار میں اسراف نہ ہوا

ف: تطفل علی المولی النابلسی۔

[1] سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدیث آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی الوضوء لکل صلٰوۃ حدیث ۵۹ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۲ و ۱۲۳
سنن ابن ماجہ " باب الوضوء علی طہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من توضأ علٰی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۱۱
[3] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۱

www.alahazratnetwork.org

الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظر الی لفظ الوضوء علی الوضوء فھما وضوأن فحسب وکذلك من توضأ علی طھر۔ **اقول** ووھنہ لایخفی فقولہ تعالٰی وھن علی وھن[1] لایدل ان ھناك وھنین فقط وکان الشامی الی ھذا اشار لقولہ تأمل تأمل وسیأتی ماخذ کلام العارف مع الکلام علیہ قریبا ان شاء اللہ تعالٰی۔

تو تیسری چوتھی بار میں بھی نہ ہوگا۔ شاید علامہ نابلسی قدس سرہ کی نظر لفظ وضوء علی الوضوء پر ہے کہ یہ صرف دو وضو ہوتے ہیں اور یہی حال اس کا ہے جس نے وضو ہوتے ہوئے وضو کیا۔ **اقول** اس خیال کی کمزوری مخفی نہیں، دیکھئے ارشادِ باری تعالٰی وھن علی وھن (کمزوری پر کمزوری) یہ نہیں بتاتا کہ وہاں صرف دو ہی کمزوریاں ہیں شاید علامہ شامی نے لفظ "تأمل" سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے ــــ تأمل کرو ــــ اور علامہ شامی نے سیدی العارف کے کلام کا جو حصہ ذکر نہیں کیا وہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی اس پر کلام کے ساتھ جلد ہی آئے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثامنًا اقول حل[1] یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرطِ صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو[2] مستحب ہے وہ صرف ترتبِ ثواب کے لئے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصدِ ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ اس سے عمل مستحب فیہ میں حُسن بڑھے کہ مستحب[3] کی یہی شان ہے کہ وہ اکمالِ سنن کے لئے ہوتا ہے اور اکمالِ سنن واجب اور واجب اکمالِ فرض۔

اقول اور فرض اکمالِ ایمان کے لئے اس سے ان کا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا، خلاصہ و بزازیہ و خزانۃ المفتین میں ہے:

الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال | واجبات، فرائض کا تکملہ ہیں اور سنتیں واجبات

ف ۱: تطفل سابع علی الغنیۃ والقاری۔

ف ۲: مصنف کی تحقیق کہ جو وضو یا غسل مستحب ہے وہ وسیلہ محضہ نہیں خود بھی مقصود ہے۔

ف ۳: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی، فرض ایمان کی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

الواجبات والآداب اکمال السنن[1] — کا تکملہ، اور آداب سنتوں کا تکملہ۔ (ت)

درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے:

یاتی بالسنۃ مطلقا ولوصلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات[2] — سنت کی ادائیگی کا حکم مطلقاً ہے اگرچہ تنہا نماز پڑھے یہی اصح ہے اس لئے کہ سنتیں (فرائض و واجبات کی) تکمیل کرنے والی ہیں۔ (ت)

اُسی کی بحث تراویح میں ہے:

ھی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل[3] — تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ مکمِّل، مکمَّل کے برابر ہوجائے۔ (ت)

(فجر سے وتر تک فرض و واجب کی کل بیس رکعتیں ہیں تو ان کی تکمیل کرنے والی سنت تراویح کی بھی بیس رکعتیں ہیں ۱۲م)

ولہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں، بحرالرائق میں ہے:

اعلم ان النیۃ لیست بشرط فــ فی کون الوضوء مفتاحا للصلٰوۃ قیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانہا شرط فی کونہ سبباللثواب علی الاصح[4] — واضح ہو کہ وضو کے کلیدِ نماز بننے میں نیت شرط نہیں۔ کلیدِ نماز بننے کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ وضو کے سبب ثواب بننے میں بر قولِ اصح نیت ضرور شرط ہے۔ (ت)

اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب محتاجِ نیت ہوا اور وسائل محضہ محتاج نیت نہیں ہوتے۔

فــ: مسئلہ وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی واجبات الصلوٰۃ عشرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۱
خزانۃ المفتین فرائض الصلوٰۃ و واجباتہا قلمی (فوٹو) ۱/ ۲۶

[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۰
[3] " " باب الوتر والنوافل " ۱/ ۹۸
[4] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴

فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے :

اذا لم ینو حتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فهل یقع الشرط المعتبر للصلٰوۃ حتی تصح به اولاً قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لا لذاته فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ و باقی شروط الصلٰوۃ لا یفتقر اعتبارها الی ان تنوی[1]

بے نیت وضو کرلیا جس کے باعث وہ عبادت و سببِ ثواب نہ بن سکا تو کیا اس (بے نیت وضو) سے نماز صحیح ہوجائیگی اور یہ اس وضو کی جگہ ہوجائیگی جس کی شرط نماز میں رکھی گئی ہے؟ ہم جواب دیں گے ہاں۔ اس لئے کہ شرط دوسری چیز کو بروئے کار لانے کے لئے مقصود ہے بذاتِ خود مقصود نہیں، تو یہ جیسے بھی حاصل ہو مقصود حاصل ہوجائے گا، جیسے سترِ عورت اور باقی شرائطِ نماز ہیں کہ ان کے قابلِ اعتبار ہونے کے لئے ان میں نیت ہونے کی ضرورت نہیں۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد للہ الودود۔

تاسعاً محقق حلبی کا یہ استناد کہ اکیلا سجدہ[ف۱] (یعنی سجدۂ تلاوت و سجدۂ شکر کے سوا محض سجدۂ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علمانے اس پر حکم کراہت دیا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجۂ اولٰی۔

اقول خود محقق[ف۲] رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں سجدۂ نماز و سہو و تلاوت و نذر و شکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا :

اما بغیر سبب فلیس بقربة ولا مکروہ[2] نقله عن المجتبٰی مقرا علیه و

یعنی سجدۂ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت۔ (غنیہ میں اسے مجتبٰی سے نقل کرکے برقرار رکھا

ف۱ : مسئلہ سجدۂ بے سبب کا حکم

ف۲ : تطفل ثامن علیہما

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵ و ۲۶
فتح القدیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل مسائل شتّٰی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۶ و ۶۱۷

نقلہ عن الغنیۃ فی ردالمحتار ایضا واقر ھذا ھھنا واعتمد ذاك ثمہ الا ان یحمل ما ھنا علی کراھۃ التنزیہ وما ثمہ علی نفی المأثم ای کراھۃ التحریم فیتوافقان لکن یحتاج الحکم بکراھتہ ولو تنزیھا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم وھو لم یستند ھھنا الی نقل فاللہ تعالٰی اعلم۔

اور غنیہ سے اسے ردالمحتار میں بھی نقل کیا اور وضوء علی الوضوء کے بیان میں غنیہ کے قول (سجدۂ بے سبب کی کراہت) کو برقرار رکھا اور آخر باب سجدۂ تلاوت میں سجدۂ بے سبب کے غیر مکروہ ہونے پر اعتماد کیا مگر تطبیق یُوں ہوسکتی ہے کہ یہاں جو کراہت مذکور ہے وہ کراہت تنزیہ پر محمول ہو اور وہاں جو نفی کراہت ہے وہ نفی گناہ یعنی کراہت تحریم کی نفی پر محمول ہو لیکن کراہت کا حکم کرنے کے لئے اگرچہ کراہت تنزیہ ہی ہو کسی دلیل کی حاجت ہے جو شرعًا اس کی کراہت بتاتی ہو جیسا کہ یہ قاعدہ ذکر ہُوا اور یہاں انھوں نے کسی نقل سے استناد نہ کیا تو خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے (ت)

www.alahazratnetwork.org

عاشرا وباللہ التوفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عزّ جلالہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء، رواہ[1] مسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے تو اس میں دعا بکثرت کرو (اسے مسلم، ابوداود اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ف: تطفل تاسع علیہا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۱
سُنن ابی داوٗد " باب الدعاء فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۲۷
سُنن النسائی کتاب افتتاح الصلوٰۃ باب اقرب مایکون العبد من اللہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۷۱

اور دربارِ شاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور سجدہ بے سبب کے لئے اذن معلوم نہیں، ولہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار (جیسا کہ امام اردبیلی شافعی نے انوار میں اس کی تصریح کی۔ ت) اس بنا پر اگر سجدہ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اس پر قیاس محض بلا جامع ہے۔

رہا علامہ شامی کا اُس کی تائید میں فرمانا کہ ہدیۂ ابن عماد میں ہے:

قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر عند حدیث من توضأ علی طھران المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا او نفلا کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فمن لم یصل بہ شیئا لایسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا کراھتہ وان تبدل المجلس مالم یؤد بہ صلٰوۃ او نحوھا[1] اھ۔

شرح مصابیح میں فرمایا کہ وضو اُسی وقت مستحب ہے جب پہلے وضو سے کوئی نماز ادا کر لی ہو، ایسا شرعۃ الاسلام اور قنیہ میں ہے اھ۔ اسی طرح وہ بھی ہے جو علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں باوضو ہوتے ہوئے دس نیکیاں ملنے سے متعلق حدیث کے تحت فرمایا کہ مراد وہ وضو ہے جس سے کوئی فرض یا نفل نماز ادا کر چکا ہو جیسا کہ راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عمل سے اس کا بیان ظاہر ہوتا ہے تو پہلے وضو سے جس نے کوئی نماز ادا نہ کی ہو اس کے لئے تجدیدِ وضو مسنون نہیں اھ — اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر مجلس بدل جائے تو بھی دوبارہ وضو مکروہ ہو جب تک کوئی نماز یا ایسا ہی کوئی عمل ادا نہ کرلے اھ۔ (ت)

اقول شرعۃ الاسلام میں اس کا پتا نہیں، اُس میں صرف اس قدر ہے:

التطھر لکل صلٰوۃ سنۃ النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام[2]

ہر نماز کے لئے وضو کرنا نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام کی سنّت ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۱

[2] شرعۃ الاسلام مع شرح مصابیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۲

ہاں سید علی زادہ نے اُس کی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے نقل کیا اور اُس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا،

حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ والا فلا اھ[1]۔

ان کے الفاظ یہ ہیں : تو مومن کو چاہئے کہ ہر وقت تازہ وضو کرے اگرچہ باوضو رہا ہو، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے باوضو ہوتے ہوئے وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی — اور شرح مصابیح میں کہا کہ ہر وقت تجدید وضو مستحب ہونے کی شرط یہ ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز ادا کرلی ہو، ورنہ نہیں۔

قلت وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لا داخل تحت قال۔

قلت اسی سے ظاہر ہوا کہ ابن عماد کی عبارت "کذا فی الشرعۃ — ایسا ہی شرعۃ الاسلام یعنی اس کی شرح میں ہے" کا اشارہ ان کی عبارت "قال فی شرح المصابیح" (شرح مصابیح میں کہا) کی طرف ہے۔ یہ شرح مصابیح کے کلام میں شامل نہیں۔ (ت)

بہرحال اوّلاً[ف1] قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط و نہایہ و عنایہ و معراج الدرایہ و کافی و فتح القدیر و حلیہ و سراج و خلاصہ و ناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہوسکتی نہ کہ اُن کا اور اُن کے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح شروح[ف2] حدیث سے ہے معتمدات فقہ کا مقابلہ نہ کرے گی نہ کہ مسئلہ اتفاق،

ف1: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف2: کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتب فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔

---

[1] مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام فصل فی تفضیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۳

علامہ مصطفٰے رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اُسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا، اور خود علامہ شامی نے اُسے نقل کرکے مقرر رکھا۔

حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملك لو وطئها وھی نائمة لایحلها للاول لعدم ذوق العسیلة، فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذھب و اطلاق المتون والشروح یردہ و ذوق العسیلة للنائمة موجود حکما الا یری ان النائم اذا وجد البلل یجب علیہ الغسل وکذا المغمی علیہ[1] الخ۔

تفصیل یہ ہے کہ در مختار میں لکھا لیکن ابن ملک کی شرح مشارق میں ہے کہ اگر عورت سورہی تھی اور اس سے وطی کی تو شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی اس لئے کہ اس کے حق میں ذوق عسیلہ (مرد کے چھتے کا مزہ پانے) کی شرط نہ پائی گئی ــــ اس پر علامہ رحمتی نے یہ اعتراض کیا، اس میں خامی یہ ہے کہ کتاب نقل مذہب کے لئے نہ لکھی گئی اور متون وشروح کے اطلاق سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اور سونے والی کے لئے بھی مزہ پانے کی شرط حکماً موجود ہے کیا دیکھا نہیں کہ سونے والا تری پانے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے اسی طرح وہ بھی جو بیہوش رہا ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثانیاً[1] علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں اُن کا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر۔

ثالثاً[2] وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

فتجدید الوضوء سنة مؤکدة اذا صلی بالاول صلوٰة ما[2]۔

تو تجدیدِ وضو سُنتِ مؤکدہ ہے جب پہلے وضو سے کوئی بھی نماز ادا کرچکا ہو۔ (ت)

معلوم ہوا کہ لایسن سے ان کی مراد نفی سنت مؤکدہ ہے وصاحب الدار ادری (اور صاحب خانہ

---

[1]: معروضة اخرٰی علیہ

[2]: معروضة ثالثة علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب الرجعة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من توضأ علی طھر مکتبة الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۱۱

24

کو زیادہ علم ہوتا ہے۔ت) اور اس کی نفی مقتضی کراہت نہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

وجہ دوم ایک جلسہ[1] میں وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدل مجلس وضو علی الوضو کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحرالرائق کا ہے کہ اُسی عبارتِ خلاصہ پر وارد فرمایا۔

اقول جس مسئلہ پر عبارتِ سراج[2] سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے۔ ہندیہ میں ہے:

لوزاد علی الثلث لطمانینۃ القلب عند الشك اوبنیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ ھکذا فی النھایۃ والسراج الوھاج۔[1]

شک ہونے کے وقت اطمینان قلب کے لئے اگر تین بار سے زیادہ دھولیا یا دوسرے وضو کی نیت سے دھویا تو کوئی حرج نہیں، ایسا ہی نہایہ اور سراج وہاج میں ہے۔(ت)

کیا کلامِ سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو اُن کا وہ کلام احق بالقبول ہوگا جو عامہ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ اُن سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے۔ لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نہر الفائق میں ظاہر کر دیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا۔ سراج وہاج کی عبارت یہ ہے:

www.alahazratnetwork.org

لو تکرر الوضوء فی مجلس واحد مرارا لم یستحب بل یکرہ لما فیہ من الاسراف اھ[2]

اگر ایک مجلس میں وضو چند بار مکرر ہو تو مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں اسراف ہے اھ

ف۱: مسئلہ بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے۔ اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں۔

ف۲: تطفل علی البحر

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷

[2] رد المحتار بحوالہ السراج الوہاج کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱

وھذا ھو ماخذ ما قدمنا عن المولی النابلسی رحمہ اللہ تعالٰی۔

یہی اس کلام کا ماخذ ہے جو علامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی سے سابقًا ہم نے نقل کیا۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو واجب کہ مطلقًا تجدید مکروہ وممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار، اگرچہ مجلس بدل کر، اگرچہ ایک نماز پڑھ کر کہ بیکار بہانا ہی اسراف ہے، اور اسراف ناجائز ہے۔ اور اگر غرض صحیح ہے مثلًا زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہئے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدیل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردے گا، وہ کون سی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابل زیادت نہیں اور وہاں سے اُٹھ کر ایک قدم ہٹ کر بیٹھ جائے تو ازسرِنو زیادت پائے۔ اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو۔ بالجملہ جگہ بدلنے کو اسباب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹ کر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایک بار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی۔ احادیث بیشک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقینًا مطلق اور ایک اور متعدد کا تفرقہ ناموجّہ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

واشار فی الدر الی الجواب بوجہ اٰخر فقال لعل کراھۃ تکرارہ فی مجلس تنزیھیۃ[1] اھ ای فلا یخالف قولھم لو زاد بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ لان الکلمۃ غالب استعمالھا فی کراھۃ التنزیہ **اقول** ویبتنی علی ما اختارہ ان الاسراف مکروہ تحریما لان المستثنی اذا ثبتت فیہ کراھۃ التنزیہ فلو لم تکن فی المستثنٰی

درمختار میں ایک دوسرے طریقے پر جواب کی طرف اشارہ کیا، اس کے الفاظ یہ ہیں: شاید ایک مجلس کے اندر تکرار وضو کی کراہت تنزیہی ہو اھ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مان لینے سے ان کے اس قول کی مخالفت نہ ہوگی کہ "اگر دوسرے وضو کی نیت سے زیادتی کی تو کوئی حرج نہیں (فلا باس بہ) اس لئے کہ یہ کلمہ زیادہ تر کراہت تنزیہ میں استعمال ہوتا ہے۔ **اقول** اس جواب کی بنیاد اس پر ہے جو صاحب درمختار نے اختیار کیا کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ مستثنٰی میں جب کراہت

ف: تطفل علی السراج الوھاج والنھر والبحر۔

---

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲

منه الا هی لـم یصح الثنیا۔

تنزیہ ثابت ہوئی تو اگر مستثنیٰ منہ میں بھی یہی کراہت رہی ہو تو استثناہی درست نہ ہوا۔

فان قلت معھا مسألۃ الزیادۃ للطمانینۃ عند الشك وقد حکموا علیھما بحکم واحد وھو لا باس بہ وھذہ الزیادۃ مطلوبۃ قطعا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك[1] فکیف یحمل علی کراھۃ التنزیہ۔

اگر یہ سوال ہو کہ اس کے ساتھ بوقت شک اطمینان کے لئے زیادتی کا مسئلہ بھی تو ہے اور دونوں پر ایک ہی حکم لگایا گیا ہے کہ لاباس بہ (اس میں حرج نہیں) حالاں کہ یہ زیادتی تو قطعاً مطلوب ہے اس لئے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے شک کی حالت چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک سے خالی ہو تو اسے کراہت تنزیہ پر کیسے محمول کریں گے۔

قلت المعنی لایمنع شرعا فیشمل المکروہ تنزیھا والمستحب ھذا وردہ فی رد المحتار اخذا من ط بانھم عللوہ بانہ نور علی نور قال وفیہ اشارۃ الی ان ذلك مندوب فکلمۃ لاباس[ف] وان کان الغالب استعمالھا فیما ترکہ اولٰی لکنھا قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجھاد[2] اھ۔

قلت میں کہوں گا (لاباس بہ کا) معنی یہ ہوگا کہ شرعاً ممنوع نہیں تو یہ مکروہ تنزیہی اور مستحب دونوں کو شامل ہوگا یہ بات تو ہوگئی مگر ردالمحتار میں طحطاوی سے اخذ کرتے ہوئے درمختار کے جواب کی یہ تردید کی ہے کہ علماء نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ وہ نورٌ علٰی نور ہے۔ فرمایا: اس تعلیل میں اس کا اشارہ ہے کہ وہ مندوب ہے تو لفظ "لاباس" اگرچہ زیادہ تر اس میں استعمال ہوتا ہے جس کا ترک اولٰی ہے لیکن بعض اوقات مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ البحرالرائق کے بیان جنائز و جہاد میں ہے اھ (ت)

ف: کلمۃ لاباس لما ترکہ اولی وقد تستعمل فی المندوب۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشتبھات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵
[2] ردالمحتار کتاب الطھارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱

اقول الندب[1] لاینافی[2] الکراھۃ فلایبعد ان یکون مندوبا فی نفسہ لما فیہ من الفضیلۃ لکن ترکہ فی مجلس واحد اولی قال فی الحلیۃ النفل لاینافی عدم الولایۃ اھ[1] ذکرہ فی صفۃ الصلوۃ مسألۃ القراءۃ فی الاخریین وقال السید ط فی حواشی المراقی الکراھۃ لاتنافی الثواب افادہ العلامۃ نوح[2] اھ قالہ فی فصل اللاحق بالامامۃ مسألۃ الاقتداء بالمخالف۔

نعم یرد علیہ ماذکرنا ان لااثر للمجلس فیماھنا و اللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ندب کراہت کے منافی نہیں تو بعید نہیں کہ بربنائے فضیلت فی نفسہ مندوب ہو لیکن ایک مجلس میں اس کا ترک اولٰی ہو۔ حلیہ میں لکھا ہے کہ نفل خلافِ اولٰی ہونے کے منافی نہیں اھ ــــ اسے صفۃ الصلوۃ کے تحت بعد والی دونوں رکعتوں میں قراءت کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے اور سید طحطاوی نے حواشی مراقی میں لکھا ہے کہ کراہت ثواب کے منافی نہیں علامہ نوح نے اس کا افادہ کیا اھ ــــ یہ انھوں نے فصل لاحق بالامامۃ میں اقتدائے مخالف کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔

ہاں اس پر وہ اعتراض وارد ہوگا جو ہم نے بیان کیا کہ "جگہ بدلنے کو اس باب میں کوئی دخل نہیں ــــ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

www.alahazratnetwork.org

وجہ سوم یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہو اثنائے وضو میں تجدید کیسی۔ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلہ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین بار سے زیادہ اعضا دھونے پر ایراد کیا۔

والٰی ھذا اشار ط اذ قال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاھرہ ان نیۃ وضوء اٰخر متحققۃ فی الغرفۃ الرابعۃ او الخامسۃ

اور اسی اعتراض کی طرف سید طحطاوی نے اشارہ کیا، اس طرح کہ درمختار کی عبارت لقصد الوضوء علی الوضوء پر لکھا: اس کا ظاہر یہ ہے کہ چوتھے یا پانچویں چُلّو میں دوسرے وضو کی نیت متحقق

ف[1]: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف[2]: الندب لاینافی الکراھۃ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۰۴

ولاکراھة والحدیث یدل علی غیر ھذا[1] اھ۔

قلت وکانہ الی ھذا نظر[ف] العلامۃ البحر فزاد علی خلاف سائر المعتمدات قید الفراغ من الاول وعزاہ لاکثر شروح الھدایۃ مع عدمہ فیھا ظنا منہ رحمہ اللہ تعالٰی انہ ھو المحمل المتعین لکلامھم فقال "وعلی الاقوال کلھا لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او بنیۃ وضوء اٰخر بعد الفراغ من الاول فلا باس بہ لانہ نورٌ علٰی نور وکذا ان نقص لحاجۃ لاباس بہ کذا فی المبسوط واکثر شروح الھدایۃ[2] اھ۔

ثم بعد ھذا الحمل البعید من کلامھم کل البعد تکلم فیہ باتحاد المجلس کما تقدم "قال الا ان یحمل علی ما اذا اختلف المجلس وھو بعید کما لایخفی[3] اھ۔

ہوجاتی ہے اور کوئی کراہت نہیں ــ مگر حدیث کچھ اور بتارہی ہے اھ۔

قلت شاید علامہ بحر نے اسی طرف نظر کرتے ہُوئے تمام کتب معتمدہ کے برخلاف "وضوئے اول سے فارغ ہونے" کی قید کا اضافہ کر دیا اور اسے اکثر شروحِ ہدایہ کی جانب منسوب کیا، جبکہ ان میں یہ بات نہیں۔ صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کا خیال ہے کہ ان شارحین کے کلام کا یہی مطلب متعین ہے۔ بحر کے الفاظ یہ ہیں: اور تمام اقوال پر اگر شک کی حالت میں اطمینان قلب کے لئے زیادہ کیا "پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد" دوسرے وضو کی نیت سے زیادہ کیا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ نورٌ علٰی نور ہے۔ یُوں ہی اگر کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں، ایسا ہی مبسوط اور اکثر شروحِ ہدایہ میں ہے اھ۔

پھر ان حضرات کے کلام سے یہ بالکل ہی بعید مطلب لینے کے بعد اس پر اتحاد مجلس سے کلام کیا جو گزرا، آگے فرمایا: مگر یہ کہ مجلس بدل جانے کی صورت پر محمول ہو، اور وہ بعید ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ۔

ف: ثالث علی البحر۔

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۷۲

[2] البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳

[3] " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

اقول [1] رحمك الله و رحمنا بك اولیس ما حملتم علیه بعیدا فاین الزیادۃ علی الثلث فی الغسلات من التجدید بعد انھاء الوضوء الاول۔

اقول آپ پر خدا کی رحمت ہو اور آپ کے طفیل ہم پر بھی رحمت ہو۔ کیا آپ نے جو مطلب لیا وہ بعید نہیں؟ کہاں دورانِ وضو کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا اور کہاں پہلا وضو پورا کرنے کے بعد تازہ وضو کرنا (ان کے کلام میں وہ تھا اور آپ نے اس کا معنی یہ لیا دونوں میں کیا نسبت؟)

یہ اعتراض ضرور محتاجِ توجہ ہے۔

وانا **اقول** وباللّٰہ استعین [2] (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی مدد کے ساتھ۔ ت) شے کے اسباب [3] وشروط ہوں یا احکام و آثار اس کا ذکر اگرچہ مطلق ہو اُن سب کی طرف اشعار کہ مسبب و مشروط کا وجود بے سبب و شرط نہ ہوگا۔

ان عقلیا فعقلیا او شرعیا فشرعیا کصلوۃ الظھر قبل الزوال او بدون نیۃ۔

اگر وُہ امر عقلی ہے تو اس کا وجود عقلی اور اگر شرعی ہے تو وجود شرعی بے سبب و شرط نہ ہوگا جیسے قبل زوال یا بے نیت، نماز ظہر کا وجود شرعی نہیں ہوسکتا (اول فقدان سبب کی مثال ہے دوم فقدان شرط کی ۱۲م)۔

نہ شے اپنے احکام و آثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم و تاخر ذاتی ہیں لوازم وجود شَے ہیں والشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ (اور شَے جب ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازم بھی ثابت ہوتے ہیں۔ ت)

تبیین الحقائق مسئلہ ذکاۃ الجنین میں ہے:

ای اذبحوہ وکلوہ وھذا مثل ما یروی انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی اسے ذبح کرلو تب کھاؤ اور یہ اسی کے مثل ہے جو مروی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تطفل رابع علیہ

[2] تطفل عاشر علی الغنیۃ وثامن علی القاری وخامس علی البحر ومعروضۃ علی ط وغیرھم۔

[3] شَے اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب و شروط و احکام و آثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔

اذن فی اکل لحم الخیل ای اذا ذبح لان الشیئ اذا عرف شروطہ وذکر مطلقا ینصرف الیہا کقولہ تعالٰی اقم الصلٰوۃ ای بشروطہا۔[1]

نے گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دی یعنی جب ذبح کرلئے جائیں ۔ اس لئے کہ کسی شے کی شرطیں جب معروف ہوں اور اس کو مطلقاً ذکر کردیا جائے تو اس کا ان شرطوں کے ساتھ ہونا ہی مراد ہوگا جیسے باری تعالٰی کا ارشاد ہے نماز قائم کر یعنی اس کی شرطوں کے ساتھ۔ (ت)

آب وضو دو قسم ہے : واجب[1] و مندوب[2]۔

واجب کا سبب معلوم ہے کہ اس چیز کا ارادہ جو بغیر اس کے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا۔

اور مندوب[ف1] کے اسباب کثیر ہیں ازانجملہ :

(۱) قہقہہ سے ہنسنا۔ (۲) غیبت کرنا۔

(۳) چُغلی کھانا۔ (۴) کسی کو گالی دینا۔

(۵) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا۔ (۶) جھوٹی بات صادر ہونا۔

(۷) حمد و نعت و منقبت و نصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا۔ (۸) غصہ آنا۔

(۹) غیر عورت کے حُسن پر نظر۔

(۱۰) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو[ف2] جیسے قادیانی[عہ]

ف۱ : مسئلہ اُن بعض اشیاء کا بیان جن کے سبب وضو کی تجدید مطلقاً بالاتفاق مستحب ہوتی ہے خواہ ابھی اُس سے نماز وغیرہ کوئی فعل ادا کیا ہو یا نہیں، مجلس بدلی ہو یا نہیں، وضو پورا ہوا ہو یا نہیں، تجدید ایک بار ہو یا سو بار۔

ف۲ : فائدہ ضروریہ : اُن دس فرقوں کا بیان جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور شرعاً مرتد ہیں۔

عہ غلام احمد قادیانی کے پیرو جو اپنے آپ کو نبی و رسول کہتا اپنے کلام کو کلام الٰہی بتاتا سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو گالیاں دیتا، چار سو انبیاء کی پیشگوئی جھوٹی بتاتا، خاتم النبیین میں استثنا کی بیخ لگاتا وغیرہ وغیرہ کفریات ملعونہ۔ ۱۲ منہ

[1] تبیین الحقائق کتاب الذبائح دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۶۵

یا چکڑالوی[ع۲] یا نیچری[ع۳] یا آج کل کے تبرائی[ع۴] رافضی یا کذابی[ع۵] یا بہائمی[ع۶] یا شیطانی[ع۷] یا خواتمی[ع۸] وہابی جن کے عقائد کفر کا بیان حسام الحرمین میں ہے یا اکثر غیر مقلد[ع۹] خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اُن عقائد ارتداد پر مطلع ہو کر

ع۲ یہ ایک نیا طائفہ ملعونہ حادث ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے تمام احادیثِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو صراحۃً باطل و ناقابل بتاتا اور صرف قرآن عظیم کے اتباع کا ادعا رکھتا ہے اور حقیقۃً خود قرآن عظیم کا منکر و مبطل ہے، ان خبیثوں نے اپنی نماز بھی جُدا گھڑی ہے جس میں ہر وقت کی صرف دو ہی رکعتیں ہیں ۱۲۔

ع۳ یہ باطل طائفہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے، قرآن عظیم کے معانی قطعیہ ضروریہ میں درپردہ تاویل و تحریف و تبدیل کرتا، وجود ملائکہ و آسمان و جن و شیطان و حشر ابدان و نار و جنان و معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اُنھیں ملعون تاویلوں کی آڑ میں انکار رکھتا ہے ۱۲۔

ع۴ یہ ملاعنہ صراحۃً قرآن عظیم کو ناقص بتاتے اور مولیٰ علی و ائمۂ اطہار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ٹھہراتے ہیں ۱۲۔

ع۵ یہ ملعون طائفہ اللہ تعالےٰ کو بالفعل جھوٹا بتاتا اور صاف کہتا ہے کہ وقوعِ کذب کے معنے درست ہو گئے ۱۲۔

ع۶ یہ گروہِ لعین ہر پاگل اور چوپائے کے لئے علمِ غیب مان کر صاف کہتا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا ایسا تو ہر پاگل اور جانور کو ہوتا ہے ۱۲۔

ع۷ اس شیطانی گروہ کے نزدیک ابلیس لعین کا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ بلکہ بیشمار زیادہ ہے، ابلیس کی وسعتِ علم کو نص قطعی سے ثابت کہتا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کو باطل بے ثبوت مانتا ہے اُن کے لئے وسعتِ علم میں خدا کا شریک جانتا ہے ۱۲۔

ع۸ یہ شقی گروہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے خاتم النبیین کے معنے میں تحریف کرتا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو خیالِ جُہال بتاتا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل موجود مانتا ہے ۱۲۔

ع۹ یہ بدبخت طائفہ اُن ملعون ارتدادوں کو دفع تو کر نہیں کرسکتا بلکہ خوب جانتا ہے کہ اُن سے دفعِ ارتداد ناممکن ہے مگر اُن مرتدوں کو پیشوا و ممدوحِ دینی ماننے سے بھی باز نہیں آتا اللہ جل وعلا و رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل اُن کی حمایت پر تُلا ہوا ہے، اللہ جل وعلا و رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالیاں

(باقی برصفحہ آئندہ)

اُن کو عالمِ دین و عمدہ مسلمین کہتے یا اللہ و رسول کے مقابل اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کی حمایت کرتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دینا بہت ہلکا جانتا ہے مگر ان دشنام دہندوں کا حکم شرعی بیان کرنے کو گالیاں دینا کہتا اور بہت سخت بُرا مانتا ہے اور از انجا کہ اُن صریح ارتدادوں کی حمایت سے قطعاً عاجز ہے باوصف ہزاروں تقاضوں کے اُن کا نام زبان پر نہیں لاتا اور براہِ گریز خدا و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جناب میں اُن صریح گالیوں کو بالائے طاق رکھ کر سہل اختلاف مسئلۂ عطائے بعض علوم غیبیہ کی طرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہے پھر اس میں بھی افترا و اختراع سے کام لیتا ہے اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہرِ عظیم والی دشنامہائے خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھول میں پڑجائیں اور بات آئین وآن کی طرف منتقل ہو، اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ اہلحدیث کا ایڈیٹر ہے دیکھو چابک لیث اور ظفر الدین الطیب اور کین کشن پنجہ پیچ وغیر ہا یہ چالاک پرچہ ۲۶ جمادی الاولےٰ ۱۳۲۶ھ میں حسام الحرمین کا ذکر منہ پر لایا مگریوں کہ براہِ عیاری اُس کے تمام مقاصد سے دامن بچا کر دو بالائی باتوں امکانِ کذب و علمِ غیب کو اس کا مبنائے بحث ٹھہرایا، پھر اُن میں بھی امکانِ کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علمِ غیب میں اپنی بعض فاحشہ جہالتیں دکھائیں جن کا رَد بار ہا ہوچکا، اسی پرچہ کے رَد میں چابک لیث بر اہلِ حدیث دو مجلد میں ہے، پھر ۳۰ جولائی و ۲۰ اگست ۱۹۰۹ء کے پرچوں میں وہی انداز کہ اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جناب میں گالیاں شیرِ مادر۔ قاہر مناظروں کے جواب سے گنگ وکر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر آسکے رَد میں ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیج دیا، انتالیس ۳۹ رات بعد پرچہ ۲۹ رمضان میں اُس کے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اُس کے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا صرف اُس کے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اُردو دانی پر بھی اعتراض ہے۔ اے سبحٰن اللہ اور وہ جو آپ کے دعوٰی ایمان پر قاہر اعتراض ہیں وہ کیا ہوئے، وہ جو ثابت کیا تھا کہ تم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر جتنا افترا اٹھایا اور اس پر تمہاری حدیث دانی سے بارہ ۱۲ سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اس کے جواب میں رسالہ کین کشن پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اے ایچ رجسٹری شدہ بھیجا، آج پچپن ۵۵ دن ہوئے اس کا بھی ذکر غائب۔ مگر بکمالِ حیا بعد کے بعض پرچوں میں وہی رٹ موجود، خدا جانے ان صاحبوں کے نزدیک مناظرہ کس شے کا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ف: ایڈیٹر اہلِ حدیث امرتسر کی بار بار گریز فرار پر فرار اور عوام کے بہکانے کو نام مناظرہ کی عیارانہ پکار۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نام ہے۔ آں سے سیکھ کر یہی چال ایک گمنام صاحب چاندپوری دیوبندی دربھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جن کے رد میں پینتیس ۳۵ سال سے بکثرت رسائل آستانہ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہیں اور اُن کو خود اقرار ہے کہ آج تک ایک پرچہ کا جواب نہ دے سکے بلکہ بڑے بڑوں نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ و رسالہ لطش غیب) اب ان کی حمایت میں جھے ہُوئے مناظرے یونہی چھوڑ کر یہ دربھنگی صاحب سوال علے السوال لے کر چلے اور ایک بے معنی رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور بعنایتِ الٰہی خود بھی اس رسالے میں صاف اقرار کر دیا کہ اُن کے تمام اکابر آج تک لاجواب ہیں۔ یہ رسالہ یہاں ۹ شعبان کو پہنچا اور ۲۰ شعبان کو اس کا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا تیار تھا کہ اُسی دن جلسہ مدرسہ اہلسنت میں شائع کر دیا اور ۲۱ شعبان کو اُن کے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اتباع کے یہاں نام بنام بھیج دیا ساٹھ ۶۰ رات کے بعد دربھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہیں اور ایک خط اُسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو ۲ مسئلہ امکانِ کذب و علمِ غیب میں اختلاف ہے وبس یعنی وہ شدید شدید گالیاں کہ اُن کے اکابر نے اللہ و رسول جل و علا و صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو لکھ لکھ کر چھاپیں اصلاً کوئی قابل پرواہ بات نہیں۔ اس خط کے جواب میں معاً دو ۲ رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ اُن کے پاس روانہ ہوئے، اول بارش سنگی، دوسرا پیکان جانگداز بر جانِ مکذبانِ بے نیاز، اس دوسرے میں گریز والے صاحبوں کی وہ ہوس بھی پوری کر دی یعنی مسئلۂ امکانِ کذب و علمِ غیب ہی میں مناظرہ تازہ کر دیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس ۵۰ دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ ان کو صرف دس ۱۰ دن کی مہلت تھی۔

مسلمانو! لِلّٰہ انصاف! یہ ان مدعیانِ دین و دیانت کی حالت ہے منہ بھر بھر کر اللہ و رسول جل و علا و صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو سخت سخت گالیاں دیں، پھر جب مسلمان اس پر مواخذہ کریں جواب نہ دیں، سوالات جائیں جواب غائب، رسائل جائیں جواب غائب، رجسٹریاں جائیں جواب غائب، مناظرے سے اپنا عجز صاف صاف لکھ دیں لکھ دیں اپنے اکابر کا لاجواب ہنا قبول کریں چھاپ دیں، اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار، اُس پکار پر جو گرفت ہو اُس کے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار، اس حیا کی کوئی حد ہے۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

ہیں، ان دسوں طائفوں اور ان کے امثال سے مصافحہ کرنا خود ہی حرام قطعی وگناہِ کبیرہ ہے اگر بلاقصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اذالم تستحی فاصنع ماشئت[1] جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔ ع

بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن

(بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

ہاں ہاں اے اللہ ورسول (جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو گالیاں دینے والو! کیا مسلمان اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہوگئے کہ تم انھیں گالیاں لکھ لکھ کر چھاپو اور وہ بے پرواہی کرکے ٹال دیں۔ نہیں نہیں ضرور تمھیں دو باتوں سے ایک ماننی ہوگی یا تو خدا توفیق دے اُن گالیوں سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اُن کی اشاعت کی اُن سے صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا ان تمام رسائل وکتب کا جواب دو، جواب دو، جواب دو۔ اس کے سوا تمھارے حیلے حوالے ٹالے بالے ہرگز نہ سنے جائیں گے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] ○ (اور اب جان جائیں گے ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ منہ

عبدہ محمد ظفر الدین قادری غفرلہ۔

ف ان تمام مرتد طوائف کا رد کافی وشافی کتاب مستطاب المعتمد المستند وکتاب لاجواب حسام الحرمین وکتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن وظفر الدین الجید وظفر الدین الطیب وغیرہا میں ملاحظہ ہو سوا فرقہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اس کا کوئی تذکرہ ان بلاد میں نہ آیا تھا، یہ کتابیں بریلی مطبع اہل سنت وجماعت کے پتے سے مولوی حکیم حسین رضا خاں صاحب سلمہ سے مل سکتی ہیں' المعتمد المستند عربی زبان میں ۲۳۲ صفحہ ہیں قیمت (عہ) تمہید ایمان بآیات قرآن

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: اُن نفیس اسلامی کتابوں کے نام جن سے ایمان تازہ ہو اور مرتدوں کی چالاکیوں کا حال کھلے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ و ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷ و ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بھی اُن کے بدن سے بدن چھُو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے۔

(۱۱) ناخن سے کہنی تک اپنے ہاتھ کا کوئی حصّہ گرچہ کھُجانے میں اگرچہ بھُولے سے بلا حائل اپنے ذکر کو لگ جانا۔

(۱۲) ہتھیلی یا کسی اُنگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے سترِ غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دُبر کو بے حائل چھُو جانا اگرچہ وہ دوسرا آدمی کتنا ہی چھوٹا بچّہ یا مُردہ ہو۔

(۱۳) نامحرم عورت کے کسی حصّہ جلد سے اپنا کوئی حصّہ جلد بے حائل چھُو جانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مُردہ یا بُڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت، چاہے لذّت نہ پائے، جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچّی نہ ہو۔

(۱۴) اگر اس چھُو جانے سے لذّت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں، نہ جلد کی خصوصیت، نہ بے حائل کی ضرورت، مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مَس ہو جانے پر اتفاقاً لذّت کا آجانا جبکہ عورت قابلِ لذّت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو۔

(۱۵) نامحرم عورت قابلِ لذّت کو بقصدِ شہوت چھُو جانا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذّت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اس کے بالوں پر ہاتھ رکھنا۔

www.alahazratnetwork.org

اور ان کے سوا اور بہت صورتیں ہیں، اور ایک اصل کُلی یہ ہے کہ جس بات سے کسی اور امام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں صرف آیاتِ قرآنیہ سے بتایا ہے کہ ایمان کے یہ معنی ہیں اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تعظیم و محبت ایسی ہو تو مسلمان ہے اللہ و رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کو گالیاں دینا کفر ہے۔ ایسوں کے کفر میں جو خود یہ لوگ اور آج کل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہیں نہایت سلیس و مہذب بیان میں قرآن مجید سے اُن کا جواب ہے، یہ وہ کتاب ہے جس کا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے۔ حسام الحرمین میں اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تصدیقات و فتاوےٰ ہیں جن میں اُن دشنام دہندوں کا حکم شرعی مدلل ہے اُس کا مطالعہ پکا مسلمان بناتا ہے، دونوں کا مجموعہ ۵ اجز ہے۔ ہدیہ صرف ۱۰/ اور یکم محرم ۱۳۲۵ھ سے ۱۲ ربیع الاول تک آٹھ ہی آنے (۸/) ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب اُن دشنامیوں کے فرار اور عیاریوں کے اظہار میں، حجم سوا دو جزء قیمت (۱/) مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کریں و باللہ التوفیق ۱۲ منہ سید عبد الرحمٰن عفا عنہ ۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۵ھ۔

مجتہد کے مذہب میں وضو جاتا رہتا ہے اُس کے وقوع سے ہمارے مذہب میں اعادہ وضو مستحب ہے۔

درمختار میں ہے:

الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتھا فی الخزائن منھا بعد کذب و غیبۃ وقھقھۃ وشعر و اکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اھ۔

وضو تیس سے زیادہ مقامات میں مستحب ہے' ان سب کا ذکر میں نے خزائن میں کیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں: جھوٹ، غیبت، قہقہہ، شعر، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد' اور ہر گناہ کے بعد' اور اختلافِ علماء سے نکلنے کے لئے اھ (ت)

اقول والحقت النمیمۃ لانھا کالغیبۃ اواشد ثم رأیتھا فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانہ اخنأ من الشعر ویدخل فی قولہ خطیئۃ والشتم لانہ اخبث واخنع ثم رأیت التصریح بہ فی انوار الشافعیۃ۔

اقول میں نے چغلی کو بھی شامل کیا اس لئے کہ وہ غیبت ہی کی طرح ہے یا اس سے بھی سخت، پھر میں نے میزانِ امام شعرانی وغیرہ میں اس کا ذکر دیکھا۔ اور فحش کو میں نے شامل کیا اس لئے کہ وُہ شعر سے زیادہ بُرا ہے، اور یہ درمختار کے لفظ "ہر گناہ" کے تحت آسکتا ہے۔ اور گالی دینے کو شامل کیا اس لئے کہ یہ اور بدتر اور فحش تر ہے پھر انوارِ شافعیہ میں مَیں نے اس کی تصریح دیکھی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ردالمحتار میں ہے:

منھا لغضب ونظر لمحاسن امرأۃ وبعد کذب وغیبۃ لانھما من النجاسات المعنویۃ ولذا یخرج

ان اسباب میں چند یہ ہیں، غصہ آنا، کسی عورت کے حسن پر نظر، اور جھوٹ اور غیبت کے بعد اس لئے کہ یہ دونوں معنوی نجاستیں ہیں اس لئے کہ جھوٹ

ف: جھوٹ اور غیبت معنوی نجاست ہیں ولہذا جھوٹے کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ حفاظت

(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۷و ۱۸

من الکاذب نتن یتباعد منہ	بولنے والے سے ایسی بدبو اٹھتی ہے جس سے محافظ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کے فرشتے اُس وقت اُس کے پاس سے دُور ہٹ جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور اسی طرح ایک بدبو کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ یہ ان کے منہ کی سڑاندھ ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں، اور ہمیں جو جھُوٹ یا غیبت کی بدبو محسوس نہیں ہوتی اس کی یہ وجہ ہے کہ ہم اس سے مالوف ہوگئے ہماری ناکیں اس سے بھری ہوئی ہیں جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں جو رہتا ہے اسے اس کی بدبو سے ایذا نہیں ہوتی دوسرا آئے تو اس سے ناک نہ رکھی جائے انتہی۔

مسلمان اس **نفیس فائدے** کو یاد رکھیں اور اپنے رب سے ڈریں جھوٹ اور غیبت ترک کریں، کیا معاذ اللہ مُنہ سے پاخانہ نکلنا کسی کو پسند ہوگا باطن کی ناک کھُلے تو معلوم ہو کہ جھوٹ اور غیبت میں پاخانے سے بدتر سڑاندھ ہو — رہیں وہ حدیثیں جن کی طرف علامہ شامی نے اشارہ کیا۔ جامع ترمذی میں بسند حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کذب العبد کذبۃ تباعد الملک عنہ میسرۃ میل من نتن ماجاء بہ[1] رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الصمت وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب کوئی شخص جھُوٹ بولتا ہے اس کی بدبُو کے باعث فرشتہ ایک میل مسافت تک اُس سے دُور ہوجاتا ہے (کتاب الصمت میں ابن ابی الدنیا اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا رضی اللہ تعالٰے عنہم۔ ت)

امام احمد بسند صحیح جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک بدبُو اُٹھی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

اتدرون ماھذہ الریح، ھذہ | جانتے ہو کہ یہ بدبو کیا ہے، یہ ان کی بدبو ہے جو

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] سنن الترمذی کتاب البر والصلۃ حدیث ۱۹۷۹ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۹۲

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عبدالعزیز بن ابی رواد ۴۰۰ حدیث ۱۱۹۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۲۱۴

الملك الحافظ کما ورد فی الحدیث وکذا اخبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ریح منتنۃ بانہا ریح الذین یغتابون الناس والمؤمنین ولالف ذٰلک منا وامتلاء انوفنا منہا لاتظہر لنا کالساکن فی محلۃ الدباغین وقہقہۃ لانہا لما کانت فی الصلٰوۃ جنایۃ تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطہارۃ خارجہا فکان الوضوء منہا مستحبا کما ذکرہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی نہایۃ المراد علٰی ھدیۃ ابن العماد وشعر ای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ [1] اھ ملتقطا۔

فرشتہ دُور ہٹ جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اسی طرح حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک بدبُو سے متعلق بتایا کہ یہ ان کی بدبو ہے جو لوگوں کی اور مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ چونکہ ہمیں ان سے الفت ہوگئی ہے اور ہماری ناکیں ان سے بھری ہُوئی ہیں اس لئے یہ ہمیں محسوس نہیں ہوتیں جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں رہنے والے کا حال ہوتا ہے ــــ اور قہقہہ، اس لئے کہ جب یہ اندرونِ نماز ایسا جُرم ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو بیرونِ نماز اس سے وضو میں نقص آجائے گا اس لئے اس سے وضو مستحب ہوا، جیسا کہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے "نہایۃ المراد علٰے ہدیۃ ابن العماد" میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور شعر یعنی بُرا شعر، اور اختلافِ علماء سے نکلنے کے لئے جیسے اپنے ذکر یا کسی عورت کا چُھو جانا اھ ملتقطا (ت)

www.alahazratnetwork.org

میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے:

سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالٰے سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ریح الذین یغتابون المؤمنین [2] رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب ذم الغیبۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں ــــ (اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبت میں روایت کیا ہے اللہ ان سے راضی ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۵۱

تعالیٰ یقول وجه من نقض الطهارة بالقهقهة او نوم الممکن[ف۱] مقعده او مس[ف۲] الابط الذی فیه صنان او مس[ف۳] ابرص اوجذم اوکافر او صلیب[ف۴] او غیر ذٰلك مما وردت فیه الاخبار، الاخذ بالاحتیاط، قال وجمیع النواقض متولدة من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلو لاالاکل والشرب ما اشتهینا لمس النساء ولا تکلمنا بغیبة ولا نمیمة اھ. بالالتقاط۔

سنا کہ قہقہہ، سرین زمین پر جمائے ہوئے سوجانا، بدبودار بغل چھوجانا، برص یا جذام والے، یا کافر یا صلیب کامَس ہونا اور ایسے ہی امور جن میں احادیث وارد ہیں ان سب سے وضو ٹوٹنے کی وجہ احتیاط اختیار کرنے کو بتایا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: تمام نواقضِ وضو کھانے سے پیدا ہونے والے ہیں اور ہمارے لئے غیرِ اکل سے کوئی ناقض نہیں۔ اگر کھانا پینا نہ ہوتا تو عورتوں کے چھونے کی ہم میں شہوت بھی نہ ہوتی نہ ہی غیبت اور چغلی ہماری زبان پر آتی اھ بالالتقاط۔ (ت)

کتاب الانوار امام ابو یوسف اردبیلی میں ہے:

لاینتقض بالکذب والشتم والغیبة والنمیمة ویستحب فی الکل للخلاف[۲]

جھوٹ، گالی دینے، غیبت، چغلی سے وضو نہیں ٹوٹتا اور مستحب ان سب میں ہے کیوں کہ محلِ اختلاف ہے۔ (ت)

فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی میں ہے:

ف۱: مسئلہ سوتے میں دونوں سرین زمین پر جمے ہوں تو وضو نہیں جاتا مگر اعادہ وضو مستحب جب بھی ہے۔

ف۲: مسئلہ بغل کھجانے سے وضو مستحب ہے جبکہ اُس میں بدبو ہو۔

ف۳: مسئلہ جذامی یا برص والے سے مَس کرنے میں بھی تجدیدِ وضو مستحب ہے۔

ف۴: مسئلہ صلیب جسے نصارٰی پُوجتے ہیں اور ہنود کے بُت وغیرہ کے چھُونے سے بھی نیا وضو چاہیے۔

۱؎ میزان الشریعۃ الکبرٰی باب اسباب الحدث دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۴۵

۲؎ الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدیث مطبع جمالیہ مصر ۱/۲۹

یندب الوضوء من لمس یهودی ونظر بشهوة ولو الی محرم و تلفظ بمعصیة وغضب۔[1]

یہودی کو چھو جانے، شہوت سے نظر کرنے۔ اگرچہ محرم ہی کی طرف ہو۔ معصیت کی بات زبان پر لانے، اور غصہ سے وضو مستحب ہے۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ میں ہے:

اتفقوا علی ان من مس فرجه بعضو غیر یدیه لاینتقض وضوؤه واختلفوا فیمن مس ذکره بیده فقال ابوحنیفة لامطلقا والشافعی ینتقض بالمس بباطن کفه دون ظاهره من غیر حائل بشهوة او بغیرها والمشهور عند احمد انه ینتقض بباطن کفه وبظاهره۔[2]

اس پر اتفاق ہے کہ جو اپنی شرمگاہ ہاتھ کے علاوہ کسی عضو سے چھو دے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا اور اس کے بارے میں اختلاف ہے جس نے اپنا ذکر ہاتھ سے چھو دیا امام ابوحنیفہ نے فرمایا: مطلقاً نہ ٹوٹے گا۔ امام شافعی نے فرمایا: پشتِ دست سے چھو دے تو نہ ٹوٹے گا اور اگر ہتھیلی کے پیٹ سے بغیر کسی حائل کے شہوت کے ساتھ یا بلا شہوت چھو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور امام احمد کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ ہتھیلی کے باطن وظاہر کسی طرف سے بھی چھو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

میزان میں ہے:

وجه من نقض الطهارة بلمس الذکر بظهر الکف او بالید الی المرفق فهو الاحتیاط لکون الید تطلق علی ذلك کما فی حدیث اذا افضی احدکم بیده الی فرجه ولیس بینهما ستر ولا حجاب فلیتوضأ۔[3]

ہتھیلی کی پشت سے یا کہنی تک ہاتھ کے کسی حصے سے وضو ٹوٹنے کی وجہ احتیاط کو بتایا گیا ہے اس لئے کہ ہاتھ کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، جب تم میں کوئی اپنا ہاتھ اپنی شرم گاہ تک پہنچا دے اور دونوں میں کوئی پردہ اور حائل نہ رہ جائے تو وہ وضو کرے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین شرح قرۃ العین — بیان نواقض الوضوء — عامر الاسلام پریس کیرلہ ص ۲۴ و ۲۵

[2] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ — باب اسباب الحدث — دولۃ قطر ص ۱۳

[3] میزان الشریعۃ — باب اسباب الحدث — دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۴۲

25
25

انوارِ ائمۂ شافعیہ میں ہے :

اسباب الحدث اربعة الرابع مس فرج ادمی بالراحة او بطن اصبع قبلا کان او دبرا ناسیا او عامدا من ذکر او انثی صغیر او کبیر حی او میت من نفسه او غیرہ ولو مس برؤس الاصابع او بما بینها مما لایلی بطن الکف او بحروف الکفین او مس انثییه او الیتیه او عجانه او عانته لم ینتقض[1]

حدث کے اسباب چار ہیں، چوتھا کسی انسان کی شرمگاہ کا مس ہوجانا ہتھیلی سے یا انگلی کے پیٹ سے، آگے کی شرمگاہ ہو یا پیچھے کی، بھُول کر ہو یا قصداً، مرد کی ہو یا عورت کی، چھوٹا ہو یا بڑا، زندہ یا مُردہ، اپنی شرمگاہ ہو یا دوسرے کی۔ اور اگر انگلیوں کے سروں سے مَس ہوجائے یا انگلیوں کے ان درمیانی حصوں سے جو بطنِ کف سے ملے ہوئے نہیں ہیں، یا ہتھیلیوں کے کناروں سے مس ہو یا انثیین کو یا سرینوں کو یا خصیتین اور دُبر کے درمیان کے حصّے کو یا پیڑو کو چھو دے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُسی میں ہے :

الثالث لمس بشرة المرأة الکبیرة الاجنبیة بلاحائل فان لمس شعرا او سنا او ظفرا او بالشعر او السن او الظفر او صغیرة لاتشتھی او محرما بنسب او رضاع او مصاھرة او کبیرة اجنبیة مع حائل وان رق ولو بشھوة لم ینتقض ولو لمس امرأته او اَمته او میتة او عجوزة فانیة او بلاشھوة او بلا قصد انتقض واذا کانت المرأة فوق سبع

تیسرا اجنبی قابلِ شہوت عورت کی جلد کا بغیر حائل چھُوجانا ـــ اگر بال یا دانت یا ناخن کو مس کیا یا بال یا دانت یا ناخن سے مَس کیا یا عورت اتنی چھوٹی ہے کہ قابلِ شہوت نہیں، یا نسب یا رضاعت یا مصاہرت کسی سبب سے وہ محرم ہے یا بڑی اجنبیہ ہے مگر کوئی حائل درمیان ہے اگرچہ باریک ہو اگرچہ شہوت کے ساتھ ہو، تو وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر اپنی بیوی یا باندی یا مری ہوئی یا فانیہ بڑھیا کو مَس کیا یا بے شہوت یا بے ارادہ مس کیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدث مطبع جمالیہ مصر ۱/۳۱

سنین فلا شك فی انتقاض الوضوء بلمسها واما اذا کانت دون ست سنین فاصحابنا خرجوا علی قولین المذھب انه لاینتقض[1]۔

جب سات سال سے زیادہ کی ہو تو اس کے چھونے سے وضو ٹوٹنے میں کوئی شک نہیں اور اگر چھ سال سے کم کی ہو تو یہاں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں۔ مذہب یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

عشماویہ اور اس کی شرح جواہر زکیہ للعلامہ احمد المالکی میں ہے:

(و) ینتقض الوضوء (بلمس) اجنبیة یلتذ بمثلها عادة ولو ظفرها او شعرها او فوق حائل خفیف قیل والکثیف (وان لم یقصد اللذة ولم یجدها فلا وضوء علیه)[2]۔

ایسی اجنبیہ جو عادۃً قابلِ لذت ہے اس کے چھو جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ اس کے ناخن یا بال ہی کو چھوئے یا خفیف حائل کے اوپر سے چھوئے ایک قول ہے کہ دبیز کے اوپر سے بھی۔ اور اگر لذت کا قصد نہیں، نہ لذت پائی تو اس پر وضو نہیں۔ (ت)

حاشیہ علامہ سفطی میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

قوله لمس اجنبیة هذا ضعیف و المعتمد ان وجود اللذة بالمحرم ناقض ولا فرق بین المحرم وغیرها الا فی القصد وحده بدون وجدان ففی الاجنبیة ناقض وفی المحرم غیر ناقض قوله عادة ای عادة الناس لا المتلذذ وحده فخرج به صغیرة لاتشتهی کبنت خمس و عجوز مسنة انقطع منها ارب الرجال بالکلیة قوله و الکثیف قال الشیخ فی حاشیة

ان کا قول "اجنبیہ کو مس کرنا" ضعیف ہے۔ معتمد یہ ہے کہ محرم سے لذت پائی گئی تو یہ بھی ناقض ہے اور محرم و نامحرم میں فرق صرف یہ ہے کہ قصد ہو لذت نہ ملے تو اجنبیہ میں ناقض ہے اور محرم میں ناقض نہیں۔ ان کا قول "عادۃً" یعنی لوگوں کی عادت کے لحاظ سے، صرف لذت پانے والے کی عادت مراد نہیں تو اس قید سے وہ صغیرہ خارج ہوگئی جو قابلِ شہوت نہیں جیسے پانچ سال کی بچی اور وہ سن رسیدہ بڑھیا جس سے مردوں کی خواہش بالکل منقطع ہوچکی۔ قولہ "دبیز

---

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدث مطبع جمالیہ مصر ۱/۳۱
[2] الجواہر الزکیۃ شرح مقدمۃ العشماویۃ

ابی الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثۃ خفیف جدا وکثیف لاجدا کالقباء وجدا کالطراحۃ فالاولان حکمہا النقض علی الراجح واما الاخیر فالنقض فی القصد دون الوجدان[1]

سے بھی "شیخ نے حاشیۃ ابوالحسن میں لکھا ہے کہ معتمد یہ ہے کہ تین قسمیں ہیں : (۱) بہت خفیف (۲) دبیز جو بہت زیادہ دبیز نہ ہو جیسے قبا (۳) اور بہت دبیز جیسے لحاف، تو پہلے دونوں کا حکم برقول راجح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا اور اخیر میں یہ حکم ہے کہ قصد ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اتفاقًا لذت مل جانے سے نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

مستحب وضو اور بھی ہیں مگر یہاں وہی اکثر ذکر کیے جن کا وضو میں وقوع عادۃً بعید نہ ہو لہذا کفار کی وہ قسمیں بیان کرنی ہُوئیں جو بغلط مدعی اسلام ہیں کہ ان میں بہتیرے نماز پڑھتے وضو کرتے مسجد میں آتے ہیں تو وضو کرتے میں اُن سے بدن چھُو جانا بعید نہیں۔ یُوں ہی کبھی وضو کرتے میں پانی کم ہو جاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے میں ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا ہے وغیر ذلک۔ کامل احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہے۔ اب بے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادہ وضو کی کراہت اگر ہو گی بھی تو یہاں کہ اعادہ کے لئے کوئی سبب خاص نہ ہو ورنہ بعد وجود سبب وہ بے وجہ نہیں کہ اسراف ہو۔ اور اگر مواضع خلاف میں نزاع عود بھی کرے کہ رعایت خلاف وہیں مستحب ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے کما فی ردالمحتار وغیرہ، تو پہلی نو دس صورتیں کہ گویا حدث معنوی ونجاست باطنی مانی گئیں اثباتِ وضو میں اُن کا وقوع کیا نادر ہے اور شک نہیں کہ دربارۂ نقض ونقض وضو وبعض وضو کا حکم ایک ہی ہے جس طرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے سے پورا وضو جاتا رہتا ہے اور خلال وضو میں اس کے وقوع سے جتنا وضو ہو چکا ہے اتنا ٹوٹ جاتا ہے یُونہی یہ اشیاء جن سے طہارت ناقص وبے نور ہو جاتی ہے جب کامل وضو پر واقع ہوں تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہو گا اور اثنائے وضو میں ہوں تو جتنا کر چکا ہے اُس قدر کا۔ اور بہر حال یہ وضوئے آخر یا وضو علی الوضو سے خارج نہ ہو گا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینوں وجہیں مندفع ہو گئیں وللہ الحمد۔

ف : جن باتوں سے اعادۂ وضو مستحب ہے جب وہ وضو کرتے میں واقع ہوں تو مستحب ہے کہ پھر سرے سے وضو شروع کرے۔

---

[1] حاشیۃ علامہ سقطی علی مقدمۃ العشماویۃ۔

صورت ثانیہ یعنی شک میں فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہو ماسوا ملا علی قاری کے کہ انھوں نے شک کو یکسر ساقط اللحاظ کیا اور اس کے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منجر مانا۔ مرقاۃ میں فرمایا:

قلت اما قولہ (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانینۃ القلب عند الشک ففیہ ان الشک بعد التثلیث لاوجہ لہ وان وقع بعدہ فلا نہایۃ لہ وھو الموسوسۃ ولھذا اخذ ابن المبارک بظاھرہ فقال لا اٰمن اذا زاد علی الثلث ان یاثم، وقال احمد واسحٰق لایزید علیھا الامبتلی ای بالجنون لمظنۃ انہ بالزیادۃ یحتاط لدینہ قال ابن حجر ولقد شاھدنا من الموسوسین من یغسل یدہ فوق المئین وھو مع ذٰلک یعتقد ان حدثہ ھو الیقین، قال واما قولہ (ای الامام النسفی) لانہ امر بترک ما یریبہ الخ ففیہ ان غسل المرۃ الاخرٰی مما یریبہ فینبغی ترکہ الی مالا یریبہ وھو ما عینہ الشارع لیتخلص عن الریبۃ والوسوسۃ[1] اھ۔

کافی میں امام نسفی کے قول "شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادتی" پر یہ کلام ہے کہ تین بار دھولینے کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں، اور اگر اس کے بعد بھی شک واقع ہو تو اس کی کوئی انتہا نہیں اور یہی وسوسہ ہے۔ اسی لئے حضرت ابن مبارک نے ظاہر حدیث کو اختیار کرکے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ تین بار سے زیادہ دھونے کی صورت میں وہ گنہگار ہو۔ امام احمد و اسحاق نے فرمایا: تین پر زیادتی وہی کرے گا جو جنون میں مبتلا ہو اس گمان کی وجہ سے کہ وہ اپنے دین میں احتیاط سے کام لے رہا ہے — ابن حجر نے فرمایا: ہم نے ایسے بھی وسوسہ زدہ دیکھے جو سَو بار سے زیادہ ہاتھ دھوکر بھی یہ سمجھتا ہے کہ اب بھی اس کا حدث یقیناً باقی ہے — مولانا علی قاری آگے لکھتے ہیں: امام نسفی کا یہ فرمانا کہ اسے شک کی حالت چھوڑ دینے کا حکم ہے تو اس پر یہ کلام ہے کہ ایک بار اور دھونے سے بھی اسے شک ہی رہے گا تو اسے یہی چاہئے کہ اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرے جس سے شک نہ پیدا ہو اور یہ وہی ہے جسے شارعین نے متعین فرمایا ہے تاکہ شک اور وسوسہ سے چھٹکارا پائے اھ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ تحت الحدیث ۴۱۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۲۴

اقول اولاً [ف۱] شک کے لئے منشا صحیح ہوتا ہے مثل سہو وغفلت بخلاف وسوسہ۔ اول بلاشبہہ شرعاً معتبر اور فقہ میں صدہا مسائل اس پر متفرع۔ اگر اُسے ساقط اللحاظ کریں تو شک کا باب ہی مرتفع ہوجائے گا اور ایک جمِ غفیر مسائل واحکام سے جن پر اطباق واتفاقِ ائمہ ہے انکار کرنا ہوگا۔

ثانیاً [ف۲] حدیث دع مایریبك الٰی مالایریبك کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہے کہ مشکوک میں ریب ہے اور متیقن بلاریب، نہ یہ کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کر اور امر مشکوک ہی پر قانع رہ کہ یہ مالایریبك نہ ہوا بلکہ یریبك۔

ثالثاً صحیح مسلم [ف۳] شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا شك احدکم فی صلٰوتہ فلم یدرکم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشك ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن لہ صلٰوتہ وان کان صلی اتماما لاربع کانتا ترغیما للشیطٰن[۱]

جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو جتنی بات مشکوک ہے اُسے چھوڑ دے اور جس قدر پر یقین ہے اُسی پر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ میں تین ہی رکعتیں سمجھے کہ اس قدر پر یقین ہے اور چوتھی میں شک ہے تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھ کر) سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرلے اب اگر واقع میں اس کی پانچ رکعتیں ہوئیں تو یہ دونوں سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہوکر) اس کی نماز کا دوگانہ پورا کردیں گے (ایک رکعت اکیلی نہ رہے گی جو شرعاً باطل ہے بلکہ ان سجدوں سے مل کر گویا ایک نفل دوگانہ جداگانہ ہوجائے گا) اور اگر واقع میں چار ہی ہوئیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت وخواری ہوں گے (کہ اس نے شک ڈال کر نماز باطل کرنی چاہی تھی اُس کی نہ چلی اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی)۔

یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے ہے۔

ف۱: تطفل تاسع علی القاری ف۲: تطفل عاشر علیہ ف۳: تطفل الحادی عشر علیہ

[۱] صحیح مسلم کتاب المساجد فصل من شک فی صلٰوۃ فلم یدرکم صلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۱

www.alahazratnetwork.org

رابعاً ف۱ مسند احمد میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی صلوٰۃ یشك فی النقصان فلیصل حتی یشك فی الزیادۃ۔[۱]

جسے نماز میں کامل وناقص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے کہ کامل وزائد میں شک ہوجائے۔

مثلاً تین اور چار میں شبہہ تھا تو یہ تمامی ونقصان میں شک ہے اسے حکم ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ میں شبہہ ہوجائیگا کہ اب تمامی وزیادت میں شک ہے۔ یہ حدیث سے تو اُس مطلب کی دوسری تصریح ہے ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ اس کی شرح میں خود مُلّا علی قاری فرماتے ہیں:

لیبنی علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانھا۔[۲]

یعنی کم پر بنا رکھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہوچکی تھیں اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اس کی کمی سے افضل ہے۔

معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیوں نہ جاری فرمایا حالانکہ اُس کی بیشی نماز میں رکعت بڑھادینے کے برابر نہیں ہوسکتی۔

خامساً ف۲ وہ جو فرمایا تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اس سے مراد علم الٰہی میں تثلیث ہولینا ہے یا علم متوضی میں۔ برتقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں، اور برتقدیر اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی۔ بندہ اس پر مکلف ہے جو اس کے علم میں ہے نہ اس پر جو علمِ الٰہی میں ہے جس کے علم کی طرف اسے کوئی سبیل نہیں۔

سادساً معلوم ف۳ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل میں سر انور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسی کا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا، خاص عورتوں کے باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ہے

ف۱: **تطفل** الثانی عشر علیہ
ف۲: **تطفل** الثالث عشر علیہ
ف۳: **تطفل** الرابع عشر علیہ

---

[۱] مسند احمد بن حنبل حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۹۵
[۲] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب السہو حدیث ۱۰۲۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۰۸

صحیح مسلم وسنن اربعہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں سر گندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھول دیا کروں؟ فرمایا:

انمایکفیك ان تحثی علی راسك ثلث حثیات۔[1] سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کرو یہی کافی ہے۔

آخر امر چہارم میں حدیث ابی داؤد ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اما المرأۃ فلا علیھا ان لاتنقضہ لتغرف علی راسھا ثلث غرفات بکفیھا۔[2] عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے بس تین لپ پانی ڈال لے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں:

ثم یصب علی راسہ ثلث غرفات بیدیہ۔[3] پھر سر مبارک پر تین لپ ڈالتے تھے

رواہ عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اور خود اپنا فرماتی ہیں:

www.alahazratnetwork.org

لقد کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد و ما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلث افراغات۔ رواہ احمد[4] و مسلم۔ میں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے، اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک نہ کھولتیں (اسے احمد ومسلم نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض باب حکم ضفائر المغتسلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ھل تنقض المرأۃ شعرھا عند الغسل حدیث ۱۰۵ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۶۰
سنن ابن ماجہ " باب ماجاء فی غسل النساء من الجنابۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۵
سنن ابی داؤد " باب المرأۃ ھل تنقض شعرھا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

[2] " " " " " " " " ۱/ ۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الغسل باب الوضوء قبل الغسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹

[4] صحیح مسلم کتاب الحیض باب حکم ضفائر المغتسلۃ " " ۱/ ۱۵۰
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳

ف۱
بالجملہ یہی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلٰوۃ ثم یفیض علی رأسہ ثلث مرار ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفر، رواہ ابوداؤد[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کا سا وضو کرکے سرِ اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سر گُندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں (اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت)

اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المؤمنین کا یہ فعل وسوسہ تھا۔ حاش بلکہ وہی اطمینانِ قلب جسے علمائے کرام یہاں فرمارہے ہیں۔

سابعا وھو الحل ف۲ صورتیں تین ہیں:

اوّل یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھولیا، ہر بار بالاستیعاب، پھر اس کا دل مطمئن نہ ہوا اور چوتھی بار اور بہانا چاہے۔

دوم یاد نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار۔

www.alahazratnetwork.org

سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے۔

ملا علی صورتِ اولٰی سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تین پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنے۔ اپنا شک چھوڑے اور جو عدد شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اس پر قانع رہے۔ اس صورت میں اُن کا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مرادِ علماء نہیں، اُن کا کلام صورتِ شک میں ہے اور یہ صورت صورتِ علم ہے اور وسوسہ مردود و نامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مرادِ ائمہ ہیں اور اُن پر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں ان میں طمانینتِ قلب ضرور مطلوب شرع ہے جن میں سے اُمہات المؤمنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق۔

بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علمائے کلمات متظافر ہوں اپنے فہم سے اُس پر اعتراض آسان نہیں

ف۱: مسئلہ عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو پانچ بار بہاسکتی ہے۔

ف۲: تطفل الخامس عشر علیہ۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲

معترضین ہی کی لغزشِ نظر ثابت ہوتی ہے اگرچہ غنیہ وبحر وقاری جیسے ماہرین ہوں والحمد للہ رب العٰلمین۔

تنبیہ ۷ : الحمدُ للہ کلام اپنے منتہٰی کو پہنچا اور اسراف کے معنے وصور نے بھی بروجہ کامل انکشاف پایا۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰے تحقیقِ حکم کی طرف باگ پھیریں۔

اقول انصافاً چاروں قول میں کوئی ایسا نہیں جسے مطروح وناقابلِ التفات سمجھئے۔

قولِ سوم کی عظمت تو محتاجِ بیان نہیں، بدائع وفتح وخلاصہ کی وقعت درکنار خود ظاہر الروایہ میں محرر المذہب کا نص ہے۔

قولِ دوم کے ساتھ حلیہ وبحر کا اوجہ کہنا ہے کہ الفاظ فتوی سے ہے اور امام ابوزکریا نووی کے استظہار پر نظر کیجئے تو گویا اُسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ انھوں نے اسراف سے نہی پر اجماعِ علما نقل فرماکر نہی سے کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا۔

قولِ چہارم جسے علامہ شامی نے خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اُس کی تحقیق سُن چکے اور یہ کہ وہی مختار درمختار ونہر الفائق ومفاد ملتقے وجواہر الفتاوی وتبیین الحقائق ہے نیز زبدہ وتحفہ سے مستفاد کہ ان میں بھی کراہت مطلق ہے، جامع الرموز میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزبدۃ۔[1]

تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے جیسا کہ زبدہ میں ہے۔ (ت)

طحطاوی علی المراقی میں ہے:

فی فتاوی الحجۃ یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ علی العدد المسنون والقدر المعھود لما ورد فی الخبر شرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء۔[2]

فتاوی الحجہ میں ہے وضو میں تعداد مسنون اور مقدار معہود سے زیادہ پانی بہانا مکروہ ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے میری اُمت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو پانی بہانے میں اسراف کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ علامہ طحطاوی نے اُس پر اتفاق بتایا قولِ دُر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع[3] (بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی ضائع نہیں جاتا۔ ت) پر لکھتے ہیں:

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۳۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ فصل فی المکروہات دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۸۰

[3] الدر المختار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲

ای لانہ یعود الیہ ثانیا فلو اخرج الماء خارجہ یکرہ اتفاقا[1]، ومن الظاھر ان ھذہ الکراھۃ مذکورۃ فی مقابلۃ الجائز فتکون تحریمیۃ۔

یعنی اس لئے کہ پانی اس میں دوبارہ لوٹ جائے گا اگر پانی نکال کر اس کے باہر گرائے تو بالاتفاق مکروہ ہے اھ — اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ جائز کے مقابلہ میں مذکور ہے تو تحریمی ہوگا۔(ت)

اور ہماری تقریراتِ سابقہ سے اس کے دلائل کی قوت ظاہر، ہاں **قول اوّل** بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علّامہ محقق ابراہیم حلبی نے کتب مذہب سے غنیہ میں اس پر جزم فرمایا کما سمعت پھر علّامہ ابراہیم حلبی وعلّامہ سید احمد مصری نے حواشی دُر میں اُسی پر اعتماد کیا اور اُس کے خلاف کو ضعیف بتایا دُرمختار میں قولِ مذکور جواہر نقل فرمایا:

الاسراف فی الماء الجاری جائز[2]۔

بہتے پانی میں اسراف جائز ہے۔(ت)

علامہ طحطاوی اُس پر فرماتے ہیں:

ضعیف بل ھو مکروہ سواء کان فی وسط الماء او فی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ[3] اھ حلبی۔

یہ قول ضعیف ہے بلکہ آبِ رواں میں بھی اسراف مکروہ ہے چاہے بیچ نہر میں ہو یا کنارے ہو اس لئے کہ بلاضرورت ہے اھ حلبی (ت)

نیز دونوں حاشیوں میں ہے:

من المعلوم ان الاسراف مکروہ تحریما لاتنزیھا[4]۔

معلوم ہے کہ اسراف مکروہ تنزیہی نہیں، تحریمی ہے۔(ت)

بلکہ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

ھو حرام وان کان فی شط النھر[5]۔

اسراف حرام ہے اگرچہ دریا کے کنارے ہو۔(ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۷۲

[2] الدرالمختار 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار 〃 〃 المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۷۲

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[5] شرعۃ الاسلام مع شرح مفاتیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۱

اور اس کے ساتھ نص حدیث ہے۔[ف۱]

حدیث ۱: امام احمد بن حنبل و ابن ماجہ و ابویعلٰی اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:[عہ]

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نھر جار۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا: یہ اسراف کیسا۔ عرض کی: کیا وضو میں اسراف ہے؟ فرمایا: ہاں اگرچہ تم نہرِ رواں پر ہو۔

اقول اتمام تقریب یہ کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے۔ آیہ کریمہ لاتسرفوا انہ لایحب المسرفین[۲] (اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی مسرفین کو محبوب نہیں رکھتا۔ ت) مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں بھی صیغہ نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم۔

حدیث ۲: سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

رای رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لاتسرف لاتسرف۔[۳]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا، اسراف نہ کر اسراف نہ کر۔

حدیث ۳: سعید بن منصور سنن اور حاکم کُنٰی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے

www.alahazratnetwork.org

عہ فتاوٰی حجہ سے ایک حدیث ابھی گزری کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میری امت کے بدلوگ ہیں جو پانی بہانے میں اسراف کرتے ہیں۔

ف: وضو میں ممانعتِ اسراف کی حدیثیں۔

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۱
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

[۲] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱ و ۷/ ۳۱

[۳] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا: یاعبد اللہ لاتسرف اللہ کے بندے! اسراف نہ کر۔ انھوں نے عرض کی: یا نبی اللہ وفی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) وفی کل شیئ اسراف[1] یا رسول اللہ! کیا وضو میں بھی اسراف ہے۔ فرمایا: ہاں اور ہر شے میں اسراف کو دخل ہے۔

حدیث ۴ مرسل یحیٰی بن ابی عمرو کہ بیان معانی اسراف میں گزری،

فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف[2]	وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے۔

حدیث ۵ ترمذی وابن ماجہ وحاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للوضوء شیطانا یقال لہ الولھان فاتقوا وسواس الماء[3]	بے شک وضو کے لئے ایک شیطان ہے جس کا نام وَلَہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔

حدیث ۶ مسند احمد وسنن ابی داؤد وابن ماجہ وصحیح ابن حبان ومستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

www.alahazratnetwork.org

انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء[4]	بے شک عنقریب اس اُمت میں وہ لوگ ہونگے کہ طہارت و دُعا میں حد سے بڑھیں گے۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[5]	جو اللہ تعالٰی کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھے بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ابو عیسےٰ الدمشقی ۹۰۸۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷۱/ ۹۴
کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی وابن عساکر عن الزہری مرسلا حدیث ۲۶۲۶۱ موسستہ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۲۶
[2] کنز العمال بحوالہ یحیٰی بن ابی عمرو الشیبانی حدیث ۲۶۲۴۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۲۵
[3] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ الاسراف حدیث ۵۷ دارالفکر " ۱/ ۱۲۲
سنن ابن ماجہ " باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴
[4] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الاسراف فی الوضوء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد و ابی داؤد وابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب سنن الوضو قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۷
[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

حدیث ۷ ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء و انہ من الشیطان[1]

وضو میں بہت سا پانی بہکانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

نفی خیر[ف1] اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب طرفین برابر ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر، ولہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ کراہت[ف2] کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس و بعد نماز[ف3] عشاء میں فرمایا:

المراد مالیس بخیر و انما یتحقق فی کلام ھو عبادۃ اذ المباح لاخیر فیہ کما لا اثم فیہ فیکرہ فی ھذہ الاوقات کلھا نقلہ السید[2] ابو السعود فی فتح اللہ المعین۔

مراد وہ کلام ہے جو خیر نہ ہو اور خیر کا تحقق اسی کلام میں ہوگا جو عبادت ہو اس لئے کہ مباح میں "کوئی خیر نہیں" جیسے اس میں "کوئی گناہ نہیں"۔ تو مباح کلام بھی ان اوقات میں مکروہ ہوگا۔ اسے سید ابو السعود نے فتح اللہ المعین میں نہر سے نقل کیا۔(ت)

اقول مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لاخیر فیہ میں فرق کرتی ہے مباح ضرور نہ خیر نہ شر، مگر اس کے فعل پر مؤاخذہ نہیں، اور مؤاخذہ نہ ہونا خود خیر کثیر و نفع عظیم ہے تو لاخیر فیہ وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہو۔

فاصاب[ف4] رحمہ اللہ تعالٰی فی قولہ المراد مالیس بخیر و تسامح فی قولہ لاخیر فیہ فحق العبارۃ المباح لیس

صاحب نہر نے یہ تو ٹھیک فرمایا کہ مراد مالیس بخیر ہے (وہ جو خیر نہیں) اور اس میں ان سے تسامح ہوا کہ المباح لاخیر فیہ (مباح

ف۱: تحقیق مفاد لاخیر فیہ

ف۲: مسئلہ طلوع صبح صادق سے طلوع شمس تک دنیوی کلام مطلقًا مکروہ ہے۔

ف۳: مسئلہ نماز عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔

ف۴: تطفل علی النہر و من تبعہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن انس حدیث ۲۶۲۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۲۷

[2] النہر الفائق کتاب الصلوٰۃ قبیل باب الاذان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹

فتح المعین " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

بخیر کما انہ لیس بشر۔

میں کوئی خیر نہیں) صحیح تعبیر یہ تھی کہ المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر مباح اچھا نہیں جیسے کہ وہ بُرا بھی نہیں۔ (ت)

ولہذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا:

لاخیر فی السلم فی اللحم[1]

گوشت میں بیع سلم بہتر نہیں۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

ھٰذہ العبارۃ تاکید فی نفی الجواز[2]۔

یہ عبارت نفیِ جواز کی تاکید کرتی ہے۔ (ت)

اقول رب عزوجل فرماتا ہے:

لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس[3]۔

ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات، یا اچھی بات، یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔ (ت)

ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیر فیہ مباح کو بھی شامل ہوتا فی کثیر نہ فرماتے بلکہ فی شیئ من نجوٰھم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

www.alahazratnetwork.org

حدیث ۸ حدیث صحیح جس کی طرف بارہا اشارہ گزرا احمد وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ و ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وطحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر وضو کو پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں وضو کرکے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا:

ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا اونقص فقد اساء وظلم او ظلم واساء ھذا لفظ د[4] وقد اوسد

اسی طرح وضو ہے تو جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا تو یقیناً اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا ــــ یا (فرمایا) ظلم کیا اور بُرا کیا۔ یہ ابوداؤد کے الفاظ

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۹۵

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۲۱۵

[3] القرآن الکریم ۴/۱۱۴

[4] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء ثلثا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸

مطولا مع ذکر صفۃ الوضوء و مثلہ لفظ الامام الطحاوی مقتصرا قولہ اساء و ظلم من دون شک[1]، و لفظ س و ق فمن زاد علی ھذا فقد اساء و تعدی و ظلم[2] و لفظ سعید و ابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی و ظلم[3]۔

ہیں۔ اور انھوں نے یہ حدیث طریقۂ وضو کے بیان کے ساتھ طویل ذکر کی ہے۔ اسی کے مثل امام طحاوی کے بھی الفاظ ہیں اور ان کی روایت میں بغیر شک کے صرف اتنا ہے کہ "اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا"۔۔۔ اور نسائی و ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: تو جس نے اس پر زیادتی کی بہ تحقیق اس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔۔۔ سعید بن منصور اور ابوبکر بن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: جس نے زیادتی یا کمی کی تو یقیناً وہ حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔۔۔ (ان تمام روایات کا حاصل یہ ہوا کہ:) (ت)

وضو اس طرح ہے جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا اُس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول و چہارم کی مؤید، بالجملہ ان میں کوئی مذہب مطرود و مطروح نہیں لہذا راہ یہ ہے کہ بتوفیقِ الٰہی جانبِ توفیق چلیے

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) تقدیر شرعی سے زیادہ پانی ڈالنا سہواً ہوگا یا بحالِ شک یا دیدہ و دانستہ۔ اوّل یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا اور یاد رہا کہ دو ہی بار دھویا ہے۔۔۔ اور دوم یہ کہ مثلاً دو یا تین میں شبہہ ہوگیا۔۔۔ یہ دونوں صورتیں یقیناً ممانعت سے خارج ہیں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

ف: مسئلہ مصنف کی تحقیق مفرد۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الطہارۃ باب فرض الرجلین فی وضوء الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۴
[3] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الطہارۃ باب فی الوضوء کم ھو مرۃ حدیث ۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۷

26 رفع عن امتی الخطأ والنسیان[1] ارشاد ہے میری اُمت سے خطا ونسیان اٹھا لیا گیا ہے۔

وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک۔[2] اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شک پیدا کرے اسے چھوڑ کر وہ لو جس میں شک نہ ہو۔ (ت)

اور دیدہ و دانستہ کسی غرض صحیح و جائز کے لئے ہوگا یا غرض فاسد وممنوع کے لئے یا محض بلاوجہ، برتقدیر اول کسی طرح اسراف نہیں ہوسکتا نہ اس سے منع کی کوئی وجہ عام ازینکہ وہ غرض غرض مطلوب شرعی ہو جیسے منہ سے ازالۂ بدبو یا پان یا چھالیا کے ریزوں کا اخراج، یا حسب بیانات سابقہ وضو علی الوضو کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ یا شدّتِ گرما میں تحصیلِ برودت۔ تو اب نہ رہیں مگر دو صورتیں، اور یہی ان اقوالِ اربعہ میں زیرِ بحث ہیں، تحقیق معنی اسراف میں ہمارا بیان یاد کیجئے یہ وہی دو قطب ہیں جن پر اُس کا فلک دورہ کرتا ہے اور یہ بھی اُسی تقریر پر نظر ڈالے سے واضح ہوگا کہ ان صورتوں میں کی اول یعنی غرض فاسد و ناروا کے لئے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے اگرچہ پانی اصلاً ضائع نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

قول اوّل کا یہی محمل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لئے ہمارے علما نے حدیث ہشتم کو صورتِ فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی میں سنت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہیں سمندر میں ایک چلّو بلکہ ایک بوند زیادہ ڈالنا اسراف وگناہ و ناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اُس نیت میں ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کرے گا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورتِ اخیرہ کہ محض بلاوجہ زیادت ہو، اوپر واضح ہولیا کہ یہاں تحقیقِ اسراف وحصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہوا یا نہیں، اگر ہوا مثلاً زمین پر بہہ گیا اور کسی مصرف میں کام نہ آیا تو ضرور اسراف و ناروا ہے۔ اور یہی محمل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب وصحیح بلکہ متفق علیہ ہے، کون کہے گا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز و روا ہے۔ باقی رہی ایک شکل

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۴۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۷۳
کشف الخفاء حدیث ۱۳۹۱ 〃 〃 〃 ۱/۳۸۲
〃 حدیث ۱۳۰۵ 〃 〃 〃 ۱/۳۶۰

[2] الجامع الصغیر 〃 ۴۲۱۱ تا ۴۲۱۴ 〃 ۲/۲۵۶ و ۲۵۷

کہ زیادت ہو تو بلا وجہ مگر پانی ضائع نہ ہو، مثلاً بلا وجہ محض چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر میں گرے یا کسی پیڑ کے تھالے میں جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن میں جس کا پانی اسپ و گاؤ وغیرہ جانوروں کو پلایا جائے گا یا گارا بنانے کے لئے تغار میں پڑے گا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاؤ کی حاجت ہے یا ہوا سے ریتا اُڑتا ہے اُس کے دبانے کی ضرورت ہے اور انھیں کے مثل اور اغراض صحیحہ جن کے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضیں اگرچہ صحیح وارد ہیں جن کے سبب اضاعت نہ ہو گی مگر اعضا پر یہ پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضیں تو برتن میں ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہیں عضو پر ڈال کر گرانے کو ان میں کیا دخل تھا، لاجرم وہ عبث محض رہا مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہوئی اور اس کے ممنوع و ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہی، یہی **قول دوم و سوم** کا محل ہے، اور قطعاً مقبول و بے خلل ہے بلکہ اتفاق و اطباق کا محل ہے۔ اب نہ باقی رہی مگر ان دونوں قولوں پر نظر، وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے۔

فاقول وباللّٰہ التوفیق **فائدہ** تحقیق معنی وحکم عبث میں تتبع کلمات علما سے اُس کی تعریف وجوہِ عدیدہ پر ملے گی:

www.alahazratnetwork.org

(۱) جس فعل میں غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ۔ یہ تفسیر امام بدر الدین کردری کی ہے، امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح ان سے نقل فرما کر اس پر اعتماد کیا، اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا، غنیہ حلبیہ میں ہے:

فی المستصفی قال الامام بدر الدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ ما لاغرض فیہ اصلاً[1]

مستصفی میں ہے کہ امام بدرالدین کردری نے فرمایا: عبث وہ فعل ہے جس میں کوئی غرض غیر صحیح ہو اور سفہ وہ ہے جس میں بالکل کوئی غرض نہ ہو۔ (ت)

غنیہ شرنبلالیہ میں ہے:

ف: عبث کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

فی البرھان ھو فعل لغرض غیر صحیح[1]۔ برہان میں ہے وہ ایسا کام ہے جو غرض غیر صحیح کے لئے ہو۔ (ت)

فتح میں ہے:

العبث الفعل لغرض غیر صحیح[2]۔ عبث غرض غیر صحیح کے لئے کوئی کام کرنا ہے (ت)

(۲) جس میں غرض غیر شرعی ہو۔

اقول یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لئے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور اُن کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدر الدین سے اسی طرح نقل کیا۔ عنایہ میں ہے:

قال بدر الدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالاغرض فیہ اصلا[3]۔ بدر الدین کردری نے فرمایا: عبث وہ کام ہے جس میں کوئی غرض تو ہو لیکن شرعی نہ ہو۔ اور سَفَہ وہ ہے جس میں کوئی غرض ہی نہ ہو۔ (ت)

(۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو۔

اقول یہ ان دونوں سے اعم ہے کہ اصلاً عدمِ غرض کو بھی شامل اور ثانی سے اخص بھی کہ غرض غیر شرعی صحیح کو بھی شامل۔ یہ تفسیر امام حمید الدین کی ہے۔ عنایہ میں بعد عبارتِ مذکورہ ہے:

قال حمید الدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح[4]۔ امام حمید الدین نے فرمایا، عبث ہر وہ کام ہے جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

مفرداتِ راغب میں ہے:

یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث[5]۔ عبث اسے کہا جاتا ہے جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر الحکام باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۷
[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۵۶
[3] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ الخ فصل ویکرہ للمصلی " " "
[4] " " " " " " " " " " " " " " " "
[5] المفردات باب العین مع الباء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۲

تفسیر رغائب الفرقان میں ہے:

هو الفعل الذی لا غایة له صحیحة۔[1]

عبث ایسا کام ہے جس کا کوئی صحیح مقصد نہ ہو۔ (ت)

(۴) غرض شرعی نہ ہو۔

اقول یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقاً ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل، امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں:

العبث مالا غرض فیه شرعا فانما کره لانه غیر مفید۔[2]

عبث وہ ہے جس میں کوئی غرض شرعی نہ ہو، وہ اسی لئے مکروہ ہے کہ بے فائدہ ہے (ت)

(۵) جس میں فاعل کے لئے کوئی غرض صحیح نہ ہو۔

اقول یہ ۱ و ۳ سے اعم مطلقاً ہے کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لئے کرے اور ۲ و ۴ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہے تو وہ دو صادق خامس منتفی اور غرض شرعی میں مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔

www.alahazratnetwork.org

تعریفات السید میں ہے:

وقیل مالیس فیه غرض صحیح لفاعله اھ[3]

اور کہا گیا کہ عبث وہ کام ہے جس میں کرنے والے کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

اقول اشار الی ضعفه وسیاتیك ان شاء الله تعالٰی انه الحق۔

اقول حضرت سید نے اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ دیا اور ان شاء اللہ آگے بیان ہوگا کہ یہی تعریف حق ہے (ت)

ف: تطفل علی العلامة الشریف

عہ اور اگر قصد غلط بھی ملحوظ کر لیجئے کہ جس فعل کی غرض فاسد ہے یہ جہلاً اس سے غرض صحیح کا قصد کرے تو ان دو سے بھی عام من وجہ ہوگا ۱۲ منہ۔

---

[1] غرائب القرآن و رغائب الفرقان تحت الآیة ۲۳/ ۱۱۵ مصطفی البابی مصر ۱۸/ ۴۲

[2] الکافی شرح الوافی

[3] التعریفات للسید الشریف باب العین انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۶۳

(۶) بے فائدہ کام۔

بحرالرائق میں نہایۂ امام سغناقی سے ہے:

مالیس بمفید فھو العبث[۱] — جو فائدہ مند نہ ہو وہ عبث ہے۔(ت)

امام سیوطی کی دُرِّ منثور میں ہے: عبثا ای لا لمنفعة[۲] (عبث یعنی بے فائدہ۔ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

العبث عمل لافائدة فیه ولاحکمة تقتضیه[۳] — عبث وہ کام ہے جس میں نہ کوئی فائدہ ہو نہ کوئی حکمت اس کی مقتضی ہو۔(ت)

جلالین میں ہے: عبثا لالحکمة[۴] (عبث بے حکمت۔ت)

غنیہ میں ہے:

الفرقعة فعل لافائدة فیه فکان کالعبث[۵] — انگلیاں چٹخانا ایسا کام ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں تو یہ عبث کی طرح ہوا۔(ت)

اقول عبدالملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے فان الشیئ اذا خلا عن الثمرة بطل (کیونکہ شے کا جب کوئی ثمرہ نہ ہو تو وہ باطل ہے۔ت) تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی عبثا قال باطلا[۶] (عبث کے معنی میں کہا باطل۔ت)

(۷) جس میں فائدہ معتد بہا نہ ہو۔

تاج العروس میں ہے:

قیل العبث مالافائدة فیه — کہا گیا عبث ایسا کام ہے جس میں کوئی قابلِ لحاظ

---

[۱] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹

[۲] درمنثور

[۳] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ فصل فی المکروہات دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۴۵

[۴] جلالین تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ النصف الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۹۱

[۵] غنیۃ المستملی کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[۶] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۸/ ۷۹

یعتد بہا[1]۔ فائدہ نہ ہو۔ (ت)

اقول اسی طرف کلام علامہ ابو السعود ناظر کہ ارشاد العقل میں فرمایا:

عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ[2] اھ فافہم۔ عبث، جس میں کوئی حکمت بالغہ نہ ہو اھ تو اسے سمجھو۔ (ت)

(۸) اُس کام کے قابل فائدہ نہ ہو یعنی اُس میں جتنی محنت ہو نفع اس سے کم ہو۔

اقول اسے ہفتم سے عموم وخصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہوا جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اس کے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہے مگر اُس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم ـــــ علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے:

العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ مطلقا او عن الفائدۃ المعتد بہا او عما یقاوم الفعل کما ذکرہ الاصولیون[3]۔ عبث لعب کی طرح وہ کام ہے جس میں مطلقاً کوئی فائدہ نہ ہو یا قابلِ لحاظ فائدہ نہ ہو، یا اس فعل کے مقابل فائدہ نہ ہو جیسا کہ اہل اصول نے ذکر کیا۔ (ت)

اقول مقابلہ مشعر مغایرت ہے یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہے گا ہاں اگر معتد بہ سے معتد بہ بنظر فعل مراد لیں تو ہفتم وہشتم ایک ہوجائیں گے اور اعتراض نہ رہے گا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے۔

(۹) وہ کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔

اقول اوّلاً مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جن کا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے ورا ہو عبث نہیں ہوسکتے۔

ثانیاً حکمت وغایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنی کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ الاسلام گردن نہادن۔

---

[1] تاج العروس باب الثاء فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۳۲
[2] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ 〃 〃 〃 〃 〃 ۶/ ۱۵۳
[3] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۶/ ۶۱۱

ثالثاً عدمِ علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اُن تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات السید میں ہے:

العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ۔[1] عبث ایسے امر کا ارتکاب جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔(ت)

اقول مگر علم بے قصد کیا مفید بلکہ اس کی شناعت اور مزید تو یہ حد جامع نہیں۔[ف1]

(۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو۔

اقول یہ نہم سے بھی اعم کہ عدمِ علم عدمِ قصد کو مستلزم ولا عکس، تاج العروس میں ہے:

وقیل ما لا یقصد بہ فائدۃ اھ۔[2] اور کہا گیا وہ جس سے کوئی فائدہ مقصود نہ ہو اھ

اقول اومأ الی ما تزییفہ وستسمع بعونہ تعالٰی انہ ھو الصحیح۔ **اقول** اس کی خامی کا اشارہ دیا اور بعونہ تعالٰی آگے واضح ہوگا کہ یہی تعریف صحیح ہے۔(ت)[ف2]

(۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب ——— جوہرہ نیرہ میں ہے:

العبث کل فعل لا لذۃ فیہ فاما الذی فیہ لذۃ فھو لعب۔[3] عبث ہر وہ کام جس میں کوئی لذت نہ ہو اور جس میں کوئی لذت ہو وہ لعب ہے(ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول یہ اپنے اس ارسال پر بدیہی البطلان ہے نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوائے تلخ پینا، نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف و نعت مقدس کا ورد، تو بعض تعریفات مذکورہ سے اُسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو۔[ف3]

(۱۲) عبث و لعب ایک شے ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے اور کثرتِ اقوال بھی اسی طرف ہے۔ ابن جریر اُس جناب مشرف بہ تشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون[4] (تم عبث کرتے ہو یعنی کھیل کود کرتے ہو۔ ت) یونہی اسی طرح

ف۱: تطفل اخر علیہ ف۲: معروضۃ علی السید مرتضی ف۳: تطفل علی الجوھرۃ

---

[1] التعریفات للسید شریف باب العین انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۶۳

[2] تاج العروس باب الثاء فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۲

[3] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۷۳

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۶/۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۱۱۱

اُن کے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایہ اثیریہ و مختار الصحاح میں ہے، العبث اللعب[1] (عبث لعب ہے۔ ت) اسی طرح سمین وجمل میں ہے، وسیأتی، مصباح المنیر و قاموس میں ہے، عبث کفرح لعب[2] (عبث فرِح کی طرح (یعنی باب سمع سے ہے) کھیل کا نام ہے۔ ت) تاج العروس میں ہے:

عابث لاعب بما لا یعنیه ولیس من باله[3] — عابث ایسا کھیل کرنے والا جو بے معنی ہے اور جس سے اسے کام نہیں۔ (ت)

صراح میں ہے، عبث بازی[4] (عبث ایک کھیل ہے۔ ت)

درر شرح غرر میں ہے، عبثه ای لعبه[5] (عبث یعنی لعب۔ ت)۔

مفردات راغب میں ہے:

العبث ان یخلط بعمله لعبا الخ[6] — عبث یہ ہے کہ اپنے کام میں کوئی کھیل ملائے الخ

اقول وانما صار عبثا لما خلط لا لذاته فالعبث حقیقة ما خلط لا ما خلط به۔ — **اقول** وہ کام عبث اسی کھیل کی وجہ سے ہوا جو اس میں ملا دیا خود عبث نہ ہوا تو عبث حقیقۃً وہ ہے جس کو ملایا گیا وہ نہیں جس میں ملایا گیا (ت)

www.alahazratnetwork.org

طحطاوی علی الدر میں ہے:

العبث اللعب وقیل ما لا لذة فیه واللعب ما فیه لذة۔[7] — عبث کھیل کو کہتے ہیں اور کہا گیا وہ جس میں کوئی لذت نہ ہو اور لعب وہ جس میں کوئی لذت ہو۔ (ت)

---

[1] النہایة فی غریب الحدیث والاثر باب العین مع الباء دار الکتب العلمیة بیروت ۳/ ۱۵۴
مختار الصحاح باب العین موسسة علوم القرآن بیروت ص ۴۰۷
[2] القاموس المحیط باب الثاء فصل العین مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۹
[3] تاج العروس باب الثاء 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۳۲
[4] صراح 〃 〃 مطبع مجیدی کانپور ۱/ ۷۵
[5] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الصلوٰة باب ما یفسد الصلوٰة وما یکرہ فیہا میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷
[6] المفردات باب العین مع الباء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۲
[7] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار باب ما یفسد الصلوٰة وما یکرہ فیہا المکتبة العربیة کوئٹہ ۱/ ۲۷۰

تفسیر ابن جریر میں ہے، عبثا العبا و باطلا[1] (عبث جو لعب اور باطل ہو۔ ت)۔

یہ بارہ تعریفیں[ف1] ہیں اور بعونہٖ تعالٰی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ و ۱۱ کی عبارات میں تقصیر واقع ہوئی اس کی تحقیق چند امور سے ظاہر **فاقول** و باللہ التوفیق **اولا** لعب[ف2] و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے ثمرو نامفید ہونے کے گرد دورہ کرتا ہے

نہایۂ ابن اثیر میں ہے:

یقال لکل من عمل عملا لایجدی علیہ نفعا انما انت لاعب[2]۔

جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو اسے کوئی فائدہ دے اس سے کہا جاتا ہے تم بس کھیل کرتے ہو۔ (ت)

علامہ خفاجی سے گزرا:

العبث کاللعب ماخلا عن الفائدۃ[3]۔

عبث، لعب کی طرح وہ کام ہے جو فائدہ سے خالی ہو۔ (ت)

تعریفات علامہ شریف میں ہے:

اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ[4] اھ **اقول** و تعقیب التعب خرج نظرا الی الغالب ولیس شرطا لازما کما لایخفی۔

لعب وہ بچوں کا کام ہے جس کے بعد تکان آتی ہے فائدہ کچھ نہیں ہوتا اھ **اقول** بعد میں تکان ہونے کا ذکر غالب و اکثر کے لحاظ سے ہوا یہ لعب کی کوئی لازمی شرط نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ف1: مصنف کی تحقیق کہ عبث کی بارہ تعریفوں کا حاصل ایک ہے اور اس کی تعریف جامع مانع کا استخراج۔

ف2: لعب و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنی ہیں۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸/ ۷۸

[2] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب اللام مع العین دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۱۸

[3] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ 〃 〃 〃 ۶/ ۱۱۱

[4] التعریفات للسید الشریف باب اللام انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۸۳

اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے:

امّا الھزل فتفسیرہ اللعب وھو ان یراد بالشیئ مالم یوضع لہ وضدہ الجد۔[1]

ھزل کی تفسیر لعب ہے وہ یہ کہ کسی شے سے وہ قصد کیا جائے جس کے لئے اس کی وضع نہ ہوئی اس کی ضد "جد" ہے۔ (ت)

اس کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

لیس المراد من الوضع ھٰھنا وضع اللغۃ لاغیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا او التصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا، ارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادتہ الحکم اصلاً فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذ اللعب مالایفید فائدۃ اصلا وھو معنی مانقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالٰی ان الھزل مالایراد بہ معنی۔[2]

یہاں وضع سے صرف وضع لغت مراد نہیں۔ بلکہ وضع عقل یا وضع شرعی بھی مراد ہے — اس لئے کہ عقلاً کلام کی وضع اس لئے ہے کہ اپنے معنی کا افادہ کرے خواہ وہ معنی حقیقی ہو یا مجازی — اور تصرف شرعی کی وضع اس لئے ہے کہ اپنے حکم کا افادہ کرے — تو جب کلام کا مقصد وہ ہو جس کے لئے عقلاً اس کی وضع نہ ہوئی — وہ یہ کہ اپنے معنی کا بالکل کوئی فائدہ نہ دے — اور تصرف کا مقصد وہ ہو جس کے لئے شرعاً اس کی وضع نہ ہوئی — وہ یہ کہ اپنے حکم کا بالکل کوئی فائدہ نہ دے — تو وہ ھزل ہے — اسی لئے شیخ نے ھزل کی تفسیر لعب سے فرمائی اس لئے کہ لعب وہ ہے جو بالکل کوئی فائدہ نہ دے اور یہ اس کا مطلب ہے جو شیخ ابو منصور رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ ہزل وہ ہے جس سے کوئی معنی مقصود نہ ہو۔ (ت)

تو تفسیر ۲ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے ولہذا مصباح میں عبث من باب تعب لعب

---

[1] اصول البزدوی فصل الھزل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۷

[2] کشف الاسرار " دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۵۷

وعمل مالا فائدة فیہ[1] (عبث باب تعب (سمع) سے ہے اس کا معنی کھیل کیا اور بے فائدہ کام کیا ۔ ت) اور منتخب میں "عبث بفتحتین بازی و بیفائدہ" بطور عطف تفسیری لکھا۔

ثانیاً اقول جس طرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جب تک تصور بوجہ ما و تصدیق بفائدۃ ما نہ ہو یونہی انسان کے ہوش وحواس جب تک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور، یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت، تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لئے اس میں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضٰے کا تیسر ہے اور یہ خود اس کے لئے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دنیا میں سوا ایک جمعے کی تحصیل کے اور کوئی ثمرو نفع اُس پر مرتب نہ ہو، بایں معنی کوئی فعل اختیاری فاعل کے لئے اصلاً فائدہ سے عاری محض نہ ہوگا، ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لا فائدہ و محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اس کا مآل ضرریت ہو جیسے کفار کی عبادات شاقہ عاملة ناصبة ○ تصلی نارا حامية[2] عمل کریں مشقت جھیلیں اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ میں غرق ہوں گے ۔ تو ۶ سے مقصود وہی ۷ ہے۔

ثالثاً یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن وکاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے تو مقدار فائدہ وفعل میں اگرچہ تساوی درکار نہیں تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ۸ سے یہی مراد اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی ہفتم کا مفاد۔ فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہیں بلکہ جیسا کام اُسی کے قابل فائدہ معتد بہا ہے وھذا ما کنا اشرنا الیہ (یہی وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا۔ ت)۔

رابعاً لذتِ لعب شرع کریم وعقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہیں جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اُس سے ترویح قلب مقصود، اب نہ وہ عبث رہے گا نہ حقیقۃً لعب، اگرچہ صورت لعب ہو۔ و لہذا حدیث میں ہے حضور سیدِ اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ف: **مسئلہ** عبادت ومحنت دینیہ کے بعد دفع کلال و ملال وحصول تازگی و راحت کے لئے احیاناً کسی امر مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعار عاشقانہ کا پڑھنا سننا شرعاً مباح بلکہ مطلوب ہے۔

---

[1] مصباح المنیر کتاب العین تحت لفظ "عبث" منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۲/۳۸۹

[2] القرآن الکریم ۸۸/۳ و ۴

www.alahazratnetwork.org

الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ، رواہ البیہقی[1] فی شعب الایمان عن المطلب بن عبداللہ المخزومی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لہو ولعب (کھیل کود) کرو کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ تمھارے دین میں سختی و درشتی دیکھیں۔ اسے امام بیہقی نے شعب الایمان میں مطلب بن عبداللہ مخزومی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

اللھو المباح ماذون فیہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لاینافی الکمال، وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وجلاءھا اذا صدیت باللھو واللعب المباح[2]۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے مباح لہو کی اجازت ہے اور یہ بعض احوال میں منافی کمال نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد "کھیل کود کرو" اس بات کی دلیل ہے کہ جب طبیعت اکتاجائے اور زنگ خوردہ سی ہوجائے تو مباح لہو ولعب کے ذریعہ اسے راحت دینا اور اس کا زنگ دور کرنا مطلوب ہے۔ (ت)

تو ا: بھی ان تفاسیر سے جدا نہیں کہ نہ لعب میں بوجہ لذت فائدہ معتدبہا ہوا نہ عبث سے بسبب عدم لذت فائدہ نامعتبرہ منتفی۔

خامسًا بلاشبہہ فاعل سے دفع بحث کے لئے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اُس سے فائدہ معتدبہا بمعنی مذکورہ کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول و بیمعنے سے کیا تو اس پر الزام عبث ضرور لازم،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[3]۔

کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۶۵۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۲۴۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الخامس من الاصناف التسعۃ فی بیان آفات الید مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۳۹
کف الرعاع الباب الثانی القسم الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۵۲

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

www.alahazratnetwork.org

اور قصد کے لئے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہوسکتا، زید سرِراہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جارہا تھا اس نے ہزار روپے اٹھا کر اُسے دے دیئے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد، کوئی نیتِ صالحہ نہ تھی، نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصدِ بد کا محل تھا تو اسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اس کا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا۔ مقاصدِ شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے، ربّ عزوجل فرماتا ہے:

وما اٰتیتم من ربا لیربو عند اللہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون۔[1]

جو فزونی تم دو کہ لوگوں کے مال میں زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھے گی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دُونے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الی الرجل یقول للرجل لامولنک فیعطیہ فھذا لایربو عند اللہ، لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ۔[2]

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردوں گا، پھر اسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیرِ خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھادوں۔

www.alahazratnetwork.org

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذاالقرابۃ المال یکثر بہ مالہ۔[3]

یہ زمانۂ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

رواھما ابن جریر (ان دونوں کو ابن جریر نے روایت کیا۔ ت)۔

ف: مسئلہ صلۂ رحم اور اپنے اقربا کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت اور طبعی محبت کا تقاضا تو اس سے عند اللہ کچھ فائدہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۹

[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) عن ابن عباس تحت الآیۃ ۳۰/۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۱/ ۵۵

[3] 〃 〃 بحوالہ ابراہیم النخعی 〃 〃 〃 ۲۱/ ۵۵

دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرہ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلہ رحم و مواسات پر مشتمل تھا مگر جب کہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدہ معتد بہا بنظر فعل معلوم مقصودہ للفاعل درکار ہے تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو ۹ و ۱۰ میں ملحوظ تھا ۔

مفرداتِ راغب میں ہے :

لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا[1]۔ لعب فلاں اس وقت بولتے ہیں جب ایسا کام کرے جس سے وہ کوئی صحیح مقصد ذرکھتا ہو (ت)۔

سادساً غرض وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم و دہم اوضح و اخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین وجمل العبث اللعب و مالا فائدۃ فیہ وکل ما لیس فیہ غرض صحیح[2] (عبث لعب بے فائدہ جس میں غرض صحیح نہ ہو۔ ت) میں سب عطف تفسیری ہیں۔

سابعاً ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض ہے ضرور بغرض غیر صحیح ہے تو ۱ و ۲ کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنوں ہونگے۔

ثامناً شرعی[ف] سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدمِ قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث احاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضۂ کتاب کے وقت نامقبول، امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید (اس لئے کہ یہ غیر مفید ہے۔ ت) فرمانا اس کی طرف مشعر ہوسکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ۴ سوم کی طرف عائد۔ اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول مگر غرض شرعی سے متبادر تر[عہ] غرض مطلوب فی الشرع ہے۔ اب یہ تخصیص بحسب

عہ وعن ھذا ما قال فی البحر عہ یہی منشا ہے اس کا جو بحر میں فرمایا کہ
(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: شرع کے دو معنے ہیں، مقبول فی الشرع و مطلوب فی الشرع۔

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن تحت لفظ "لعب" اللام مع العین نور محمد کارخانہ کراچی ص ۴۶۶

[2] الفتوحات الالٰہیۃ تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۶۷

مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلوٰۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرعی ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اختلف فی تفسیر العبث فذکر الکردری انہ فعل فیہ غرض لیس بشرعی والمذکور فی شرح الھدایۃ وغیرھا ان العبث الفعل لغرض غیر صحیح حتی قال فی النھایۃ ما لیس بمفید فھو العبث[1] اھ فاقام الخلاف لاجل التعبیر فی احدھما بشرعی وفی الاٰخر بصحیح ومال سعدی افندی الی ان المراد بالصحیح وھو الشرعی اذ فیہ الکلام فاشار الی نحو ما نحونا الیہ ان التخصیص لخصوص المقام ولقد احسن فی البحر اذ جعل مال فی النھایۃ وغیرھا من الشروح واحدا ولم یلتفت الی الفرق بین الغرض الغیر الصحیح وعدم الغرض ولکن کان عبارۃ العنایۃ محتملا للفرق بہ ایضا حیث نقل لتعریف بما فیہ غرض غیر شرعی وبما لیس فیہ غرض صحیح ثم

عبث کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بدرالدین کردری نے فرمایا وہ ایسا کام ہے جس میں کوئی ایسی غرض ہو جو شرعی نہ ہو۔ اور شرح ہدایہ وغیرہا میں ہے کہ عبث وہ کام ہے جو غرض غیر صحیح کے سبب ہو، یہاں تک کہ نہایہ میں فرمایا: جو فائدہ مند نہیں وہی عبث ہے اھ۔ تو صاحبِ بحر نے ایک میں "شرعی" سے تعبیر اور دوسری میں "صحیح" سے تعبیر کی وجہ سے اختلاف قرار دیا اور سعدی آفندی کا میلان اس طرف ہے کہ صحیح سے مراد وہی شرعی ہے اس لئے کہ کلام اسی سے متعلق ہے۔ تو جس روش پر ہم چلے اسی کی جانب انہوں نے اشارہ دیا کہ یہ تخصیص خصوصیت مقام کے پیشِ نظر ہے۔ اور بحر میں یہ بہت خوب کیا کہ نہایہ اور اس کے علاوہ شروح کی تعبیرات کا مآل ایک ٹھہرایا اور "غرض غیر صحیح" و "عدم غرض" کے فرق پر التفات نہ کیا۔ مگر عنایہ کی عبارت اس تفریق کا بھی احتمال رکھتی تھی کیونکہ اس میں دونوں تعریفیں نقل کی، "وہ جس میں غرض غیر شرعی ہو اور وہ جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو" پھر کہا کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹

آخر یہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے[ف۱] کے لئے دامن اُٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں، اور پیشانی سے پسینہ[ف۲] پونچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہوگیا۔ عنایہ و نہایہ و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قال ولانزاع فی الاصطلاح[۱] اھ فلذا اجاب عنہ سعدی افندی بان النفی فی التعریف الثانی داخل علی القید[۲] اھ۔ اقول و ھومشکل بظاھرہ فان النفی اذا استولی علی مقید بقید صدق بانتفاء ایھما کان وانما یتم بالتحقیق الذی القینا علیک ان لاوقوع للفعل الاختیاری من دون غرض اصلا اھ منہ عفی عنہ۔

اصطلاح میں کوئی نزاع نہیں اھ۔ اسی لئے سعدی آفندی نے اس کا جواب دیا کہ دوسری تعریف میں نفی قید پر داخل ہے اھ۔ اقول اور وہ بظاہر مشکل ہے اس لئے کہ نفی جب کسی ایسی چیز پر وارد ہوتی ہے جو کسی قید سے مقید ہے تو مقید اور قید کسی کے بھی انتفاء سے نفی کا صدق ہوجاتا ہے ___ اب دونوں کے مآل میں وحدت کی بات اسی وقت تام ہوسکتی ہے جب وہ تحقیق لی جائے جو ہم نے پیش کی کہ فعل اختیاری کا وقوع بغیر کسی غرض کے ہوتا ہی نہیں (تو مالیس فیہ غرض صحیح کا مآل یہی ہوگا کہ اس کی کوئی غرض تو ضرور ہے مگر غرض صحیح نہیں ہے اور یہ صورت کہ سرے سے صحیح غیر صحیح کوئی غرض ہی نہ ہو، واقع میں اس کا وجود نہ ہوگا ۱۲م) ۱۲ منہ (ت)

ف۱: مسئلہ نماز میں مٹی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا مکروہ ہے۔

ف۲: مسئلہ نماز میں منہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل بٹتا ہے تو اس کا پونچھنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

[۱] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۶

[۲] حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایۃ " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

27 بحر وغیرہا میں ہے :

کل عمل یفید المصلی لاباس به لماروی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرق فی صلٰوتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیدا واذا قام فــ من سجودہ فی الصیف نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ کیلا تبقی صورۃ۔[1]

جس کام سے مصلی کو فائدہ ہو اس میں حرج نہیں اس لئے کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک رات نماز میں پسینہ آیا تو حضور نے جبین مبارک سے پسینہ پونچھ دیا، اس لئے کہ اس سے حضور کو تکلیف ہوتی تھی تو پونچھنا مفید تھا ____ اور جب گرمی کے موسم میں سجدہ سے اٹھتے تو دائیں یا بائیں اپنا کپڑا جھٹک دیتے تاکہ صورت باقی نہ رہے۔(ت)

حاشیہ سعدی آفندی میں ہے :

یعنی حکایۃ صورۃ الالیۃ۔[2]

یعنی سرین کی صورت کی نقل نہ ظاہر ہو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے :

فلیس نفضہ للتراب فلا یرد ما فی البحر عن الحلیۃ انہ اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب لایکون نفضہ من التراب عملا مفیدا[3] اھ و رأیتنی کتبت

تو اسے جھٹکنا مٹی کی وجہ سے نہیں ___ اس لئے وہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو بحر میں حلیہ سے منقول ہے کہ جب خاک آلود ہونے کے اندیشے سے کپڑا اٹھالینا مکروہ ہے تو مٹی سے اسے جھاڑنا کوئی مفید عمل نہ ہوا اھ۔ اس عبارت پر میرا حاشیہ

ف : مسئلہ گرمی کے موسم میں دامن یا جامہ سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے اس سے بچنے کے لئے کپڑا داہنے بائیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں بلکہ مطلوب ہے اور بلاحاجت کراہت۔

---

[1] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلٰوۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۷
البحرالرائق بحوالہ النہایۃ کتاب الصلٰوۃ 〃 〃 〃 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹
ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰
[2] حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایۃ 〃 〃 〃 〃 〃 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۷
[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

www.alahazratnetwork.org

عليه اقول الذی فی[1] الحلیة ھٰکذا ثم فی الخلاصة والنھایة وحاصله[2] ان کل عمل مفید للمصلی فلا باس بفعله کسلت العرق عن جبینه ونفض ثوبه من التراب وما لیس بمفید یکرہ للمصلی الاشتغال به اھ واعترضه[3] علیه بثلثة وجوہ فقال قلت لکن اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یترب کما تقدم وانه قد[4] وقع الخلاف فی انه یکرہ مسح التراب عن جبھته فی الصلٰوة کما ستذکرہ[عہ]، وانه قد وقع

یہ ہے: **اقول** حلیہ کی عبارت اس طرح ہے: پھر خلاصہ اور نہایہ میں ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مصلی کے لئے مفید ہو اس کے کرنے میں حرج نہیں جیسے پیشانی سے پسینہ پونچھنا، اور مٹی سے کپڑا جھاڑنا —— اور جو مفید نہیں ہے اس میں مشغول ہونا مصلی کے لئے مکروہ ہے اھ —— حلبی نے اس عبارت پر تین طرح اعتراض کیا، وہ لکھتے ہیں: میں کہوں گا (۱) جب خاک آلود ہونے کے اندیشے سے کپڑا اٹھانا مکروہ ہے تو مٹی سے اسے جھاڑنا کوئی مفید عمل نہ ہوا (۲) اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ نماز میں پیشانی سے مٹی صاف کرنا مکروہ ہے یا نہیں جیسا کہ آگے اسے ہم ذکر کریں گے۔

www.alahazratnetwork.org

عہ ذکر فیه معترکا ولم یتخلص من

عہ اس میں معرکہ آرائی کی جگہ بتائی ہے اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف۱: معروضة علی العلامة ش

ف۲: مسئلہ نمازی کو ہر وہ عمل کہ نماز میں مفید ہو جائز وغیر مکروہ ہے اور ہر وہ عمل جس کا فائدہ نماز کی طرف عائد نہ ہو کم از کم مکروہ وخلافِ اولٰی ہے۔

ف۳: مسئلہ سجدہ میں ماتھے پر لگی ہوئی مٹی اگر ایذا دے مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے جب تو مطلقاً اُسے پُونچھنے میں حرج نہیں اور نہ اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اس کے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور سلام کے بعد اسے صاف کر دینا تو مستحب ہے بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔

---

۱ جد الممتار علی رد المحتار کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ المجمع الاسلامی مبارکپور، ہند ۱/ ۳۰۵

الندب الی تتریب الوجہ فی السجود ف (۳) اور کپڑا تو دور کنار چہرے کو سجدے میں خاک آلود

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کلامہ کبیر شیئ **اقول** و الاوفق الالصق باصول المذھب ان لو اٰذاہ و شغل قلبہ کأن کان فیہ صغار حصی اوکان کثیرا یتناثر علی عیونہ وجفونہ مسح مطلقا ولو فی وسط الصلٰوۃ والاکرہ فی خلال الصلٰوۃ ولو فی التشہد الاخیر اما بعدہ وقبل السلام فقد نصوا ان لاباس بہ بلا خلاف وبعد السلام یستحب المسح دفعا للاذی وکراھۃ المثلۃ ففی الخانیۃ لاباس بان یمسح جبھتہ من التراب والحشیش بعد الفراغ من الصلٰوۃ وقبلہ اذا کان یضرہ ذٰلک ویشغلہ عن الصلٰوۃ وان کان لایضرہ ذٰلک یکرہ فی وسط الصلٰوۃ ولایکرہ قبل التشھد و السلام[۱] اھ وفی الحلیۃ وفی التحفۃ

ان کے کلام سے کوئی بڑی بات حاصل نہیں ہوتی۔ **اقول** اصولِ مذہب سے زیادہ مطابق اور ہم آہنگ یہ ہے کہ مٹی سے اگر اسے تکلیف ہو اور اس کا دل بٹے مثلاً یہ کہ اس پر کنکریوں کے ریزے ہوں یا مٹی اتنی زیادہ ہو کہ آنکھوں اور پلکوں پر جھڑ کر گرتی ہو تو اسے صاف کر دے۔ مطلقاً ۔ اگرچہ درمیانِ نماز میں ہو ۔ ورنہ درمیانِ نماز صاف کرنا مکروہ ہے اگرچہ تشہد اخیر میں ہو، اور اس کے بعد، سلام سے قبل صاف کرنے سے متعلق علما کی بلا اختلاف تصریح ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ۔ اور بعد سلام صاف کرنا دفع اذی اور کراہت مثلہ کے پیش نظر مستحب ہے۔ خانیہ میں ہے: اس میں حرج نہیں کہ پیشانی سے مٹی اور تنکا نماز سے فارغ ہونے کے بعد صاف کر دے اور اس سے پہلے بھی جب کہ اس سے اسے ضرر ہو اور نماز سے اس کا دل بٹتا ہو۔ اور اگر اس سے ضرر نہ ہو تو درمیانِ نماز مکروہ ہے اور تشہد و سلام سے پہلے مکروہ نہیں۔ اھ ۔ حلیہ میں ہے: تحفہ میں ہے کہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: مسئلہ مستحب ہے کہ سجدہ میں سرخاک پر بلا حائل ہو۔

[۱] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۵۷/۱

فضلاعن الثوب فکون نفض | کرنے کی ترغیب آئی ہے تو یہ بات عیاں طور پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی ظاھر الروایۃ یکرہ فی وسطھا ولاباس بہ اذا قعد قدر التشھد[1] ونص علی انہ الصحیح ونص رضی الدین فی المحیط علی انہ الاصح الخ وفیھا نصوا علی انہ لاباس بان یمسح بعد ما فرغ من صلوتہ قبل ان یسلم[2]، قال فی البدائع بلاخلاف لانہ لو قطع الصلوۃ فی ھذہ الحالۃ لایکرہ فلأن لایکرہ ادخال فعل قلیل اولی[3] الخ وفیھا عن الذخیرۃ اذا مسح جبھتہ بعد السلام یستحب لہ ذلک لانہ خرج من الصلوۃ وفیہ ازالۃ الاذی عن نفسہ[4] الخ۔

اقول ولوابقاہ معاذاللہ ریاء

ظاہر الروایہ میں یہ درمیان نماز مکروہ ہے اور جب بقدر تشہد بیٹھ چکا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس پر نص فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور محیط میں رضی الدین نے یہ تصریح فرمائی کہ یہ اصح ہے الخ۔ اور حلیہ میں یہ بھی ہے: علما نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بدائع میں فرمایا اس میں کوئی اختلاف نہیں تو فعل قلیل اختلاف نہیں کیونکہ اس حالت میں اس کا نماز قطع کردینا مکروہ نہیں تو فعل قلیل داخل کردینا بدرجۂ اولٰی مکروہ نہ ہوگا۔ اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے: بعد سلام اپنی پیشانی صاف کرے تو یہ اس کے لئے مستحب ہے اس لئے کہ وہ نماز سے باہر آچکا ہے اور اس میں اپنے سے گندگی (اذی) دور کرنا بھی ہے الخ۔

اقول اور اگر معاذاللہ ریاکاری کے لئے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] تحفۃ الفقہاء کتاب الصلوۃ باب مایستحب فی الصلوۃ ومایکرہ فیہا دارالفکر بیروت ص ۷۲
[2] بدائع الصنائع 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی لاہور ۱/۲۱۹
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۱۹ و ۲۲۰
[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

الثوب من التراب عملا مفيدا | محلِ نظر ہے کہ مٹی سے کپڑے کو جھاڑنا کوئی مفید عمل ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الناس حرم قطعا کما لایخفی ورأیتنی کتبت علی قول البدائع لوقطع الصلٰوۃ فی ھذہ الحالۃ لایکرہ ما نصہ:

اقول کیف (ف) لایکرہ مع ان الواجب علیہ الانھاء بالسلام لا القطع بعمل غیرہ فان اراد بالقطع الانھاء منعنا القیاس لانہ مامور بہ کیف یقاس علیہ مالیس مطلوبا وھو مالم ینھھا لایقع مایقع الافی خلالھا الاتری الی الاثنا عشریۃ قال فی الھدایۃ علی تخریج البردعی ان الخروج عن الصلٰوۃ بصنع المصلی فرض عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فاعتراض ھذہ العوارض عندہ فی ھذہ الحالۃ کاعتراضھا فی خلال الصلٰوۃ اھ[1] وفی الفتح

اسے باقی رکھے تو قطعاً حرام ہے جیسا کہ واضح ہے۔ اور بدائع کی عبارت "اس حالت میں اس کا نماز قطع کردینا مکروہ نہیں" پر میں نے اپنا تحریر کردہ یہ حاشیہ دیکھا:

اقول کیوں مکروہ نہیں جب کہ اس پر واجب یہ ہے کہ سلام پر نماز پوری کرے نہ یہ کہ سلام کے علاوہ کسی عمل سے نماز قطع کردے۔ تو اگر قطع سے ان کی مراد نماز پوری کرنا ہے تو قیاس درست نہیں کیونکہ سلام پر نماز پوری کرنے کا تو اسے حکم ہے اس پر اس عمل کا قیاس کیسے ہوسکتا ہے جو مطلوب نہیں اور جب تک وہ نماز سلام سے پوری نہ کرے جو عمل بھی ہوگا درمیانِ نماز ہی ہوگا کیا وہ مشہور بارہ مسائل پیشِ نظر نہیں — ہدایہ میں فرمایا: امام بردعی کی تخریج پر یہ ہے کہ نماز سے مصلی کا اپنے عمل کے ذریعہ باہر آنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک فرض ہے۔ تو ان کے نزدیک اس حالت میں ان عوارض کا پیش آنا ایسا ہی ہے جیسے نماز کے درمیان پیش آنا اھ — اور فتح القدیر میں امام

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: تطفل علی الامام الجلیل صاحب البدائع۔

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب الحدث فی الصلٰوۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

وانه لاباس به مطلقا فيه نظر ظاهر[1] اھ وانت تعلم ان اعتراضه على ما نقل عن الخلاصة والنهاية صحيح الى الغاية للتصريح فيه ان النفض من التراب ۔

اور اس میں "مطلقاً" کوئی حرج نہیں ہے اھ۔ ناظر کو معلوم ہے کہ حلبی نے خلاصہ ونہایہ سے جس طرح عبارت نقل کی ہے اس پر ان کا اعتراض بالکل درست اور بجا ہے کیونکہ اس عبارت میں مٹی سے جھاڑنے کی صراحت موجود ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ناقلا عن الكرخي انما تبطل عنده فيها لانه في اثنائها كيف وقد بقي عليه واجب وهو السلام وهو اخرها داخلا فيها[2] اھ فاتفق التخريجان ان ما قبل السلام داخل في خلال الصلوٰة فلو لا يكره ما يكون فيه مما ليس من افعال الصلوٰة ولا مفيدا محتاجا اليه فتدبر اذ لابحث مع الاطباق لاسيما من مثلي والاتباع للمنقول وان لم يظهر للعقول، والله تعالٰى اعلم اھ منه غفرله۔

کرخی سے نقل ہے، امام صاحب کے نزدیک ان عوارض کی صورتوں میں نماز اسی لئے باطل ہوتی ہے کہ وہ ابھی اثنائے نماز میں ہے کیوں نہ ہو جب کہ ابھی اس کے ذمہ ایک واجب باقی ہے وہ ہے سلام، یہ نماز کا آخری عمل ہے اور نماز میں داخل ہے اھ ـــ تو امام بردعی وامام کرخی دونوں حضرات کی تخریجیں اس پر متفق ہیں کہ ماقبل سلام، درمیان نماز داخل ہے تو اس حالت میں واقع ہونے والا وہ کام مکروہ کیوں نہ ہوگا جو نہ افعالِ نماز سے ہے نہ مفید ہے نہ اس کی حاجت ہے تو تدبر کرو۔ اس لئے کہ اتفاق موجود ہوتے ہوئے بحث کی ـــ خصوصاً مجھ جیسے سے ـــ گنجائش نہیں۔ اتباع منقول کا ہوگا اگرچہ اس کی وجہ معقول ظاہر نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] البحرالرائق بحوالہ الحلبی کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹

[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۳۶

اقول وانما قید بقولہ مطلقا لان الثوب ان کان ممایفسدہ التراب کان یکون من الحدید المخلوط للرجل اوالخالص للمرأۃ وکان فی التراب نداوۃ فلولم یغسل بقی متلوثا ولوغسل فسد فحینئذ ینبغی ان لاینھی التوقی فان الضرورات تبیح المحظورات، واللہ تعالٰی اعلم۔

ولکن الشان ان لیس لفظ التراب لافی الخلاصۃ ولافی النھایۃ فنص نسختی الخلاصۃ ولایعبث بشیئ من جسدہ وثیابہ والحاصل ان کل عمل ھومفید لاباس بہ للمصلی وقدصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ سلت العرق عن جبینہ وکان اذا قام من سجودہ نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ ومالیس بمفید یکرہ کاللعب ونحوہ[1] اھ۔

اقول اعتراض کے الفاظ میں انھوں نے "مطلقاً" کی قید اس لئے رکھی ہے کہ اگر کپڑا ایسا ہو جو کہ مٹی سے خراب ہو جائے مثلاً مرد کا کپڑا مخلوط ریشم کا یا عورت کا خالص ریشم کا ہو اور مٹی میں نمی ہو اب اگر اسے دھوتا نہیں تو کپڑا خاک آلود رہ جاتا ہے اور دھوتا ہے تو خراب ہوتا ہے ایسی صورت میں مٹی سے بچانا ممنوع نہ ہونا چاہیے کیونکہ ضرورتوں کے پاس ممنوعات مباح ہو جاتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن معاملہ یہ ہے کہ لفظ "تراب (مٹی)" نہ خلاصہ میں ہے نہ نہایہ میں ہے۔ میرے نسخۂ خلاصہ کی عبارت یہ ہے: "اور اپنے جسم یا کپڑے کے کسی حصے سے کھیل نہ کرے۔ اور حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مفید ہو مصلی کے لئے اس میں حرج نہیں، نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ جبین مبارک سے پسینہ صاف کیا اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنا کپڑا دائیں بائیں جھٹک دیتے ـــ اور جو مفید نہیں وہ مکروہ ہے جیسے لعب اور اس کے مثل اھ۔

ف: مسئلہ اگر کپڑا بیش قیمت ہے جیسے ریشمیں تانے کا مرد کے لئے یا خالص ریشمی عورت کے لئے اور نماز خالی زمین پر پڑھ رہا ہے اور مٹی گیلی ہے کہ کپڑا نہ بچائے تو کیچڑ سے خراب ہوگا اور دھونے سے بگڑ جائے گا تو ایسی حالت میں بچانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ واللہ تعالٰے اعلم

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۵۷

ونص النهاية علی ما نقل فی البحر مثل مااثرته عن العنایة بمعناہ وقد صرح فیہ بالمراد اذ قال کیلا یبقی صورۃ ولا توجہ علیہ لشیئ من الایرادات بید ان الامام الحلبی ثقۃ حجۃ امین فی النقل فالظاھر انہ وقع ھکذا فی نسختیہ الخلاصۃ والنہایۃ ولکن العجب[1] من البحر نقل عبارۃ النھایۃ مصرحۃ بالصواب ثم عقبہا بالاعتراضات الواردۃ علی لفظ من التراب واقرھا کانہ لیس عنہا جواب۔

اور نہایہ کی عبارت جیسے بحر میں نقل کی ہے بالمعنی اسی کی طرح ہے جو میں نے عنایہ سے نقل کی اور اس میں مراد کی تصریح کر دی ہے کیوں کہ اس میں کہا ہے: "تاکہ صورت نہ باقی رہے" اور اس عبارت پر ان تینوں اعتراضوں میں سے ایک بھی وارد نہیں ہو سکتا۔ مگر امام حلبی نقل میں ثقہ، حجت، امین ہیں تو ظاہر یہ ہے کہ ان کے خلاصہ اور نہایہ کے نسخوں میں عبارت اسی طرح ہو گی جیسے انھوں نے نقل کی ــــ لیکن تعجب بحر پر ہے کہ انھوں نے نہایہ کی عبارت تو صاف صحیح کی تصریح کے ساتھ نقل کی (وہ جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا) پھر بھی اس کے بعد لفظ "تراب" سے متعلق وارد ہونے والے اعتراضات نقل کر کے انھیں برقرار رکھا گویا ان کا کوئی جواب نہیں۔

یہ نہایت[2] کلام ہے تحقیق معنیٰ عبث میں، اب تنقیح حکم کی طرف چلئے و باللہ التوفیق

اقول بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتدبہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر و ارادہ شر کو بھی شامل، تو بظاہر مثل اسراف اس کی بھی دو صورتیں، ایک فعل بقصد شنیع، دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی۔ رب عزوجل نے فرمایا:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لاترجعون[لہ]

کیا اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمھیں عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔

ف۱: تطفل علی البحر

ف۲: حکم عبث کی تنقیح۔

لہ القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

علما نے اس آیہ کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا، تمھاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی، یونہی بمیعنے پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤ گے نہ حساب نہ کتاب نہ عذاب نہ ثواب، جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے:

ان ھی الاحیاتنا الدنیا نموت و نحیی ومانحن بمبعوثین[1]

یہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ ہم اٹھائے نہ جائیں گے۔ (ت)

اس پر رَد کو یہ آیت اُتری۔

کما تقدم بعض نقلہ وزعم العلامۃ الخفاجی بعد ماذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاھر ان المراد (ای فی ھذہ الکریمۃ) الاول[2] اھ۔

اقول اولاً علمت ان الکل واحد (ف۱) وثانیاً ان ابقینا التغایر (ف۲) فالظاھر الاخیران لان فی الھمزۃ انکار ماحسبوہ لایجاب ماسلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما ولو غیر معتد بہا ولہذا قال فی الارشاد بغیر حکمۃ بالغۃ[3] واطلق الجلال لان حکم اللہ تعالٰی کلہا بالغۃ

جیسا کہ اس کی کچھ نقلیں گزر چکیں ۔۔۔ اور علامہ خفاجی نے عبث سے متعلق وہ تین عبارتیں ذکر کیں جو گزر چکیں پھر یہ کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مراد پہلا معنٰی ہے اھ ۔۔۔

اقول اولاً یہ واضح ہو چکا کہ سب تعریفیں ایک ہی ہیں۔ ثانیاً اگر ہم تغایر باقی رکھیں تو ظاہر آخری دو تعریفیں ہیں۔ اس لئے کہ ہمزہ میں ان کے گمان کا انکار ہے تاکہ اس کا اثبات ہو جس کی انھوں نے نفی کی۔ اور مراد یہ نہیں کہ کسی بھی فائدہ کا اثبات ہو جائے اگرچہ قابل لحاظ وشمار نہ ہو۔ اور اس لئے ارشاد میں فرمایا: بغیر حکمت بالغہ کے۔ اور جلال نے مطلق رکھا، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ہر حکم بالغ ہے

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ الخفاجی

ف۲: معروضۃ اخری علیہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۳۷

[2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۶۱۱

[3] الارشاد العقل السلیم " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۵۳

علی ان الحکمۃ نفسہا یستحیل ان لایعتد بہا۔ علاوہ ازیں بذاتِ خود حکمت ناممکن ہے کہ غیر معتد بہا ہو۔ (ت)

اور سیدنا ہود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا:

اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون ۵ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ۵[1]

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لئے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کے لئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی و ابوالسعود والجمل قال فی الانوار (اٰیۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائہا اذ کانوا یہتدون بالنجوم فی اسفارہم فلا یحتاجون الیہا[2] اھ فاورد ان لانجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم مایستر النجوم، واجاب فی العنایۃ بانہم لایحتاجون الیہا غالبا اذا مر الغیم نادر لاسیما فی دیار العرب[3] اھ۔

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور بیضاوی، ابوالسعود اور جمل نے اس کا اتباع کیا۔ انوار التنزیل بیضاوی میں ہے (نشان) گزرنے والوں کے لئے علامت (عبث کرتے ہو) اسے بناکر۔ اس لئے کہ وہ اپنے سفروں میں ستاروں سے راہ معلوم کرتے تھے تو انھیں نشانات کی حاجت نہ تھی اھ۔ اس پر اعتراض ہوا کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے اور رات کو بھی کبھی اتنی بدلی ہوجاتی ہے کہ ستارے چھپ جاتے ہیں ۔۔۔ عنایۃ القاضی میں علامہ خفاجی نے اس کا یہ جواب دیا کہ زیادہ تر انھیں اس کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ بدلی ہونا نادر ہے خصوصًا دیارِ عرب میں۔ اھ۔

اقول اولاف لم یجب عن

اقول اولا دن والی صورت سے

ف: معروضۃ ثالثۃ علیہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۴۷

[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۱۹۹

النهار وانما به اكثر الاسفار۔

اعتراض کا جواب نہ دیا جب کہ زیادہ تر سفر دن ہی میں ہوتے ہیں۔

وثانیا [ف1] ان سلم الندور فعمل ما یحتاج الیه ولو احیانا لا یعد عبثا **قال** "مع انه لو احتیج الیها لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتها عبث اھ[1]"

ثانیا اگر بدلی کا نادرًا ہی ہونا تسلیم کرلیا جائے تو بھی ایسی چیز بنانا جس کی ضرورت پڑتی ہو اگرچہ کبھی کبھی پڑتی ہو، عبث شمار نہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں: باوجودے کہ اگر اس کی ضرورت ہو تو بھی اس کی ضرورت نہیں کہ ہر بلندی پر بنائیں اس لئے کہ ان نشانات کی کثرت بلاشبہہ عبث ہے اھ۔

اقول ھذا [ف2] منزع اٰخر فلا یرفع الایراد عن القاضی۔ **قال** وقال الفاضل الیمنی ان اماکنها المرتفعة تغنی عنها فهی عبث اھ[2]

اقول یہ ایک دوسرا رخ ہے اس سے قاضی کا اعتراض نہیں اٹھتا۔ آگے لکھتے ہیں: فاضل یمنی نے کہا: ان بلند جگہوں سے ان نشانات کا مقصد یونہی پورا ہوجاتا تھا تو یہ عبث ٹھہرے اھ۔

اقول اولا [ف3] ارتفاع الاماکن لا یبلغ بحیث یراها القاصد من ای مکان بعید قصد۔

اقول اولا جگہوں کی اونچائی اس حد تک نہیں ہوتی کہ عازم سفر جس دور جگہ سے بھی چاہے دیکھ لے۔

وثانیا ھو [ف4] منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار، وبالجملة ھو وجه

ثانیا یہ ایک تیسرا رخ ہوا۔ اور ہماری گفتگو کلام بیضاوی سے متعلق ہے — الحاصل

ف1: معروضة رابعة علیه

ف2: معروضة خامسة علیه

ف3: معروضة سادسة علیه وعلی الفاضل الیمنی۔

ف4: معروضة سابعة علیهما۔

---

[1] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۱۹۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

www.alahazratnetwork.org

ضعيف ولا اعلم له سندا من السلف ولقد احسن النيسابوری اذ اسقطه من تلخيص الكبير۔

یہ ایک کمزور وجہ ہے اور سلف سے اس کی کوئی سند میرے علم میں نہیں۔ اور نیشاپوری نے بہت اچھا کیا کہ تفسیر کبیر کی تلخیص سے اسے ساقط کردیا۔

اقول وتعبيري[ف] اذ قلت يبنون من دون حاجة ايضا احسن من تعبير الكبير ومن تبعه كما ترى۔

اقول میری یہ تعبیر کہ "بے حاجت۔ بھی بناتے تھے" تفسیر کبیر اور اس کے متبعین کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے۔ (ت)

امام مجاہد وسعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواه عن الاول ابن جرير[1] في (أية) وهو والفريابي وسعيد بن منصور وابن ابي شيبة وعبد بن حميد وابنا المنذر وابي حاتم في[2] (مصانع) وعزاه للثاني في المعالم[3]۔

اسے امام مجاہد سے ابن جریر نے "آیہ" کے معنی میں روایت کیا اور ابن جریر، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ان سے "مصانع" کے معنی میں روایت کیا۔ اور معالم التنزیل میں اسے حضرت سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا (ت)

www.alahazratnetwork.org

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر وتفاخر کے لئے بناتے۔

ذكره الكبير ومن بعده وللفريابي وابناء حميد وجرير والمنذر وابي حاتم عن مجاهد وتتخذون مصانع قال

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور اس کے بعد کے مفسرین نے بھی۔ اور فریابی، ابن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کی "وتتخذون مصانع" انھوں نے کہا

ف: على الامام الرازي والبيضاوي وابي السعود۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/ ۱۱۰
[2] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ " " " " " " " " ۶/ ۲۸۲
[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۳۶

قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا[1] و لابن جریر عنہ قال اٰیۃ بنیان[2]۔

مضبوط محل اور دوامی عمارت۔ اور ابن جریر نے ان سے روایت کی کہ آیۃ یعنی عمارت (ت)

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف جاتے اُن پر محل بناتے تھے کہ اُن میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے۔ ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان[3] (اسے مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) اور رغائب الفرقان (نیشاپوری) میں ذکر کیا۔ ت) یا سرِ راہ بناتے ہر راہگیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی[4] وابوالسعود واقتصر علیہ الجلال[5] ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال (اسے بغوی، بیضاوی اور ابوالسعود نے ذکر کیا، اور جلالین میں صرف اسی کو بیان کیا جبکہ اس میں یہ التزام ہو کہ اس تفسیر میں صرف اصح اقوال پر اکتفا ہوگی۔ ت)

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصدِ شر و ارادۂ ضرر۔

بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اس کا استعمال معنی دوم ہی پر ہے بیہودہ و بےمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی وظلم وغضب و زنا و ربا وغیرہا کو۔

www.alahazratnetwork.org

اذا تقرر ھذا **فاقول** ظھر ان لا عتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذ یقول ان العبث خارج الصلٰوۃ حرام فما ظنك فی الصلٰوۃ[6] اھ وقد اقرہ فی العنایۃ و

جب یہ طے ہوگیا تو میں کہتا ہوں واضح ہوگیا کہ امام جلیل صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی پر کوئی عتاب نہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ: عبث بیرونِ نماز حرام ہے تو اندرونِ نماز سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اھ — اسے عنایہ و فتح القدیر میں برقرار رکھا

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۸۲

[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹/ ۱۱۰

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 〃 〃 دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۴/ ۱۳۵

غرائب القرآن ورغائب الفرقان 〃 〃 مصطفٰی البابی مصر ۱۹/ ۶۵

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۳۷

انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) 〃 〃 دارالفکر بیروت ۴/ ۲۴۸

[5] تفسیر الجلالین تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ اصح المطابع دہلی ص ۳۱۴

[6] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۱۹ و ۱۲۰

الفتح وتبعه فی الدرر والغنیۃ و لفظ مولٰی خسرو انہ خارج الصلٰوۃ منہی عنہ فما ظنك فیہا[1] اھ ولفظ المحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلٰوۃ ففی الصلٰوۃ اولٰی[2] اھ۔

اور درر وغنیہ میں اس کا اتباع کیا۔ مولٰی خسرو کے الفاظ یہ ہیں: وہ بیرونِ نماز منہی عنہ ہے تو اندرونِ نماز سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اھ۔ اور محقق حلبی کے الفاظ یہ ہیں: عبث بیرونِ نماز حرام ہے تو اندرونِ نماز بدرجۂ اولٰی (حرام) ہوگا اھ۔

فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول قلت اصل الکلام فی الصلٰوۃ وکل عبث فیہا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعہد فحصل التفصی عما اوردف السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجہا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولٰی ولا یحرم قال والحدیث ای ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلٰوۃ والرفث فی الصیام والضحك فی المقابر[3] رواہ القضاعی عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا) قید بکونہ

اگر کہئے ان حضرات نے مطلق رکھا ہے اور یہ قسم اول کا حکم ہے میں کہوں گا اصل کلام نماز سے متعلق ہے اور نماز میں ہر عبث قسم اول سے ہے تو اسی کا مراد ہونا متعین ہے اور " العبث " میں لام عہد کا ہے تو اس اعتراض سے چھٹکارا ہوگیا جو سروجی نے غایہ میں وارد کیا اور صاحب بحر نے بحر میں اور شرنبلالی نے غنیہ میں اور شامی نے اس کی پیروی کی۔ (اعتراض یہ ہے) کہ بیرونِ نماز اپنے کپڑے یا بدن سے عبث (کھیل کرنا) خلافِ اولٰی ہے، حرام نہیں۔ اور کہا کہ، یہ حدیث "بیشک اللہ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائیں: نماز میں عبث، روزے میں بیہودگی، قبرستانوں میں ہنسنا۔ قضاعی نے یحیٰی بن ابی کثیر سے مرسلاً روایت کی"۔ اس میں عبث کے ساتھ اندرونِ نماز

ف: تطفل علی السروجی والبحر والشرنبلالی وش۔

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراھیۃ الصلٰوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹
[3] البحر الرائق بحوالہ القضاعی فی مسند الشہاب کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰

فی الصلوۃ اھ۔[1] ہونے کی قید لگی ہوئی ہے اھ۔(ت)

ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع و ناجائز ہوگا نہ دوم پر، اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے یعنی جہاں نہ قصدِ معصیت نہ پانی کی اضاعت۔

بل اقول لك ان تقول ان فی النظر الدقیق لاحکم علی العبث فی نفسه بالحظر والتحریم اصلا وما کان لانضمام ضمیمة ذمیمة فانما مرجعه الیها دونه وتحقیق ذلك انا اریناك تظافر الکلمات علی ان مناط العبث علی عدم قصد الفائدة بالفعل وھذه حقیقة متحصلة بنفسها ولیس قصد المضر او عدم قصده من مقوماتها ولا مما یتوقف علیه وجودها کسبب وشرط فیعد من محصلاتها فاذن لیس قصد مضر الا من مجاوراتها وما کان لمجاور یکون حکما له لصاحبه الا تری ان البیع یحرم بشرط فاسد وبعد اذان الجمعة واذا سئلت

بلکہ میں کہتا ہوں تم کہہ سکتے ہو کہ بنظرِ دقیق دیکھا جائے تو خود عبث پر منع و تحریم کا حکم بالکل نہیں اور جو حکم منع کسی مذموم ضمیمہ کے شامل ہوجانے کی وجہ سے ہے اس کا مرجع اس ضمیمہ کی طرف ہے عبث کی جانب نہیں ـــــ اس کی تحقیق یہ ہے کہ ہم دکھا چکے کہ کلمات کا اس پر اتفاق ہے کہ عبث کا مدار اس پر ہے کہ بالفعل فائدہ کا قصد نہ ہو ـــ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو خود حصول وثبوت رکھتی ہے۔ اور مضر کا قصد یا عدمِ قصد اس کا نہ تو جز ہے نہ سبب و شرط کی طرح اس پر اس کا وجود موقوف ہے کہ اسے اس کا محصّل شمار کیا جائے۔ تو کسی مضر کا قصد بس اس کا مجاور اور اس سے متصل ہی ہوسکتا ہے اور جو حکم کسی مجاور و متصل کے سبب ہو وہ دراصل اسی متصل کا حکم ہے اس کے ساتھ والے کا نہیں ـــ دیکھئے کسی شرط فاسد سے بیع حرام ہوتی ہے

www.alahazratnetwork.org

ف: تحقیق المصنف ان فی تقسیم الشیئ بحسب المجاور لایکون حکم القسم حکم المقسم۔

---

[1] البحرالرائق بحوالہ الغایۃ للسروجی کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰
غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الاحکام علی ہامش درر الحکام " " میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷
ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

عن حکم البیع قلت مشروع بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ کماذکرہ فی غایۃ البیان وغیرھا والصلوۃ تکرہ فی ثیاب الحریر للرجل وفی الارض المغصوبۃ و لایمنعک ذٰلک بان تقول اذا سئلت عن حکمہا ان الصلوۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منہا فلیستکثر کما رواہ الطبرانی فی الاوسط[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وبالجملۃ یؤاخذ علی المعصیۃ من حیث قصد الشر لا من حیث عدم قصد الخیر وھی انما کانت عبثا من ھذہ الحیثیۃ لامن تلک فلیس الحظر حکم العبث اصلا۔

یوں ہی اذانِ جمعہ کے بعد بیع حرام ہے، اور اگر خود بیع کا حکم پوچھا جائے تو جواب ہوگا کہ جائز، اور کتاب وسنّت واجماعِ اُمّت سے مشروع ہے جیسا کہ اسے غایۃ البیان وغیرہا میں ذکر کیا ہے۔ یوں ہی نماز ریشمی کپڑے میں مرد کے لئے اور غصب کردہ زمین میں کسی کے لئے بھی مکروہ ہے لیکن اگر خود نماز کا حکم پوچھا جائے تو جواب یہی ہوگا نماز ایک وضع شدہ خیر اور نیکی ہے تو جس سے ہوسکے کہ اسے زیادہ حاصل کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ زیادہ حاصل کرے۔ جیسا کہ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ الحاصل معصیت پر مواخذہ اس لحاظ سے ہے کہ شر کا قصد ہوا، اس لحاظ سے نہیں کہ خیر کا قصد نہ ہوا، اور وہ عبث اسی حیثیت سے ہے اُس حیثیت سے نہیں تو عبث کا حکم ممانعت بالکل نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اس کا حکم وہی ہے جو ابھی غایۃ سروجی وبحرالرائق وغنیۃ شرنبلالی وردالمحتار سے منقول ہوا کہ خلافِ اولٰی ہے اور یہی مفادِ درمختار ہے:

حیث قال کرہ عبثہ للنہی الالحاجۃ ولاباس بہ خارج الصلوۃ[2] اھ فان لاباس لما ترکہ اولٰی۔

اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کا عبث نہی کی وجہ سے مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی حاجت کی وجہ سے ہو اور بیرونِ نماز اس میں حرج نہیں اھ۔ اس لئے کہ لاباس (حرج نہیں) اسی کے لئے بولا جاتا ہے جس کا ترک اولٰی ہے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۴۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/۱۸۳

[2] الدر المختار کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

28 اور یہی وہ ہے جو **قول سوم** میں ارشاد ہوا کہ پانی میں اسراف ذکر نا آداب سے ہے،

اما مافی الحلیۃ فی مسألۃ فرقعۃ الاصابع[1] ھل یکرہ خارج الصلوٰۃ فی النوازل یکرہ والظاھر ان المراد کراھۃ تنزیہ حیث لایکون لغرض صحیح اما لغرض صحیح ولواراحۃ الاصابع فلا اھ[1] وفی تشبیکھا بعد ذکر النھی عنہ فی الصلوٰۃ وفی السعی الیھا ولمنتظرھا کمثلھم فی الفرقعۃ مانصہ فیبقی فیما وراء ھذہ الاحوال حیث لایکون عبثا علی الاباحۃ من غیر کراھۃ وان کان علی سبیل العبث یکرہ تنزیھا[2] اھ وتبعہ فیھما ش والبحر فی الاولی وزادانہ لمالم یکن فیھا خارجھا نھی لم تکن تحریمیۃ کما اسلفناہ قریبا[3] اھ یرید ماقدمانہ

مگر حلیہ میں انگلیاں چٹخانے کے مسئلہ میں ہے: کیا یہ بیرونِ نماز بھی مکروہ ہے ؟ نوازل میں ہے کہ مکروہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہ مراد ہے جبکہ اس کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ اور اگر کسی غرض صحیح کے تحت ہو اگرچہ انگلیوں کو راحت دینا ہی مقصود ہو تو کراہت نہیں اھ۔ اور ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے سے متعلق نماز میں، اور نماز کے لئے جانے اور نماز کے انتظار کی حالتوں میں انگلیاں چٹخانے کی طرح نہی کا ذکر کرنے کے بعد حلیہ میں لکھا ہے: ان کے علاوہ احوال میں جہاں کہ عبث نہ ہو بغیر کسی کراہت کے اباحت پر حکم رہے گا اور اگر بطورِ عبث ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگا اھ۔ ان دونوں مسئلوں میں شامی نے حلیہ کا اتباع کیا ہے اور بحر نے پہلے مسئلہ میں اتباع کیا ہے اور مزید یہ لکھا: چوں کہ انگلیاں چٹخانے سے متعلق بیرونِ نماز ممانعت نہیں اس لئے وہاں یہ مکروہ

ف۱: مسئلہ نماز میں انگلی چٹخانا گناہ و ناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کے لئے جا رہا ہے۔ اور ان کے سوا اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہو تو خالص اباحت ہے اور بے حاجت خلاف اولٰی و ترک ادب ہے۔

ف۲: مسئلہ یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔

---

[1] و [2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰

ان لم یکن الدلیل نھیا بل کان مفیدا للترک الغیر الجازم فھی تنزیھیۃ[1] اھ وعقب الثانیۃ بقولہ وقد قدمنا عن الھدایۃ ان العبث خارج الصلٰوۃ حرام وحملناہ علی کراھۃ التحریم فینبغی ان یکون العبث خارجھا لغیر حاجۃ کذلک[2] اھ۔

فاقول دعوی کراھۃ التنزیہ مبتنیۃ علی عدم الفرق بین خلاف الاولٰی وکراھۃ التنزیہ و زعم ان ترک کل مستحب مکروہ کما قدمنا فی التنبیہ الثالث عن الحلیۃ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ خلاف الاولٰی و الظاھر انھما متساویان، وعن البحر ان التنزیہ فی رتبۃ المندوب وعن ش ان ترک المندوب وعن ش ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا وقد علمت ماھو التحقیق و باللہ التوفیق۔

اما ما عقب بہ الثانیۃ **فاقول اولا** اعجب واغرب مع انہ اسلف الاٰن ان لیس

تحریمی نہیں جیسا کہ کچھ پہلے اسے ہم بیان کر چکے۔ پہلے یہ بتایا ہے کہ اگر دلیل مخالفت نہ کرتی ہو بلکہ غیر جزمی طور پر ترک کا افادہ کر رہی ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اھ اور بحر نے مسئلۂ دوم کے بعد یہ لکھا ہے کہ: ہم ہدایہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ بیرونِ نماز عبث حرام ہے اور اسے ہم نے کراہت تحریم پر محمول کیا تو بیرونِ نماز بے حاجت عبث کا حکم بھی یہی ہونا چاہئے اھ۔

اس پر میں کہتا ہوں کراہت تنزیہ کا دعوٰی، خلاف اَولٰی اور کراہت تنزیہ کے درمیان عدمِ فرق پر اور اس خیال پر مبنی ہے کہ ہر مستحب کا ترک مکروہ ہے جیسا کہ تنبیہ سوم میں حلیہ کے حوالے سے ہم نے نقل کیا کہ: مکروہِ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے۔ اور بحر سے نقل کیا کہ کراہت تنزیہ کا مرتبہ مندوب کے مقابل ہے اور شامی سے نقل کیا کہ ترکِ مندوب مکروہ تنزیہی ہے ___ اور وہاں واضح ہو چکا کہ تحقیق کیا ہے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔

اب رہا وہ جو بحر نے مسئلۂ دوم کے بعد لکھا تو **میں کہتا ہوں اولاً** بہت زیادہ عجیب وغریب ہے باوجودے کہ ابھی انھوں نے

ف: تطفل علی البحر۔

---

[1] البحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹
ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۹
[2] البحرالرائق " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰ و ۲۱

www.alahazratnetwork.org

خارجہا نھی فلا تحریمیۃ وثانیا حققنا ان کلام الھدایۃ فی القسم الاول من العبث فاجراؤہ فی الثانی غیر سدید۔

پہلے بتایا کہ بیرونِ نماز نہی نہیں تو مکروہ تحریمی نہیں۔ **ثانیا** ہم تحقیق کرچکے کہ ہدایہ کا کلام عبث کی قسم اول سے متعلق ہے تو اسے قسم دوم میں جاری کرنا درست نہیں۔ (ت)

ہم اوپر بیان کر آئے کہ کراہت تنزیہی کے لئے بھی نہی و دلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلق کوئی فعل کبھی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لئے کرنے سے شرع میں کون سی نہی مصروف ہے کہ کراہت تنزیہہ ہو، ہاں خلافِ اولٰی ہونا ظاہر کہ ہر وقت اولٰی یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو۔ رہی حدیث صحیح:

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ، رواہ الترمذی[1] و ابن ماجۃ والبیہقی فی الشعب عن ابی ھریرۃ والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق وفی تاریخہ عن علی المرتضی و احمد والطبرانی فی الکبیر عن السید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن ھشام

انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے (اس کو ترمذی و ابن ماجہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے، اور حاکم نے کُنٰی میں حضرت ابوبکر صدیق سے اور اپنی تاریخ میں حضرت علی مرتضٰے سے، اور امام احمد نے اور معجم کبیر میں طبرانی نے سید ابن سید حضرت حسین بن علی سے، اور شیرازی نے القاب میں حضرت ابوذر سے، اور معجم صغیر میں طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے، اور ابن عساکر نے حضرت حارث بن ہشام

ف: تطفل اٰخر علیہ۔

---

[1] سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۲۴ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۴۲
سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵
مجمع الزوائد کتاب الادب باب من حسن اسلام المرء الخ دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۸

رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسنہ النووی وصححہ ابن عبد البر والھیثمی۔

سے، ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ امام نووی نے اسے حسن اور ابن عبدالبر وھیثمی نے صحیح کہا۔ (ت)

اقول اس کا مفاد بھی اُسی قدر کہ حسنِ اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی، نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی، ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے، تو سوا مہمات کے سب زیرِ نہی آکر مباحات سراسر مرتفع ہوجائیں گے۔ لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں:

الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ مما یشبعہ من جوع ویرویہ من عطش ویستر عورتہ ویعف فرجہ ونحو ذلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ [1]

انسان کے لئے مہم امور وہ ہیں جو اس کی حیات ومعاش کی ضرورت سے وابستہ ہوں اس قدر خوراک جو اس کی بھوک دور کرکے سیری حاصل کرائے اور پانی اس کی پیاس دور کرکے سیراب کردے اور کپڑا جس سے اس کی ستر پوشی ہو اور وہ جس سے اس کی پارسائی کی حفاظت اور عفت ہو اور اسی طرح کے امور جن سے اس کی ضرورت دفع ہو اور جس میں اس کے معاد وآخرت کی سلامتی ہو وہ نہیں جس میں صرف لطف ولذت اندوزی اور کثرت طلبی ہو۔ (ت)

ابن عطیہ مالکی شرح اربعین میں ہے:

مالا یعنیہ ھو مالا تدعو الحاجۃ الیہ مما لا یعود علیہ منہ نفع اخروی والذی یعنیہ ما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر ما لا یعنیہ ھو ما یخاف فیہ فوات الاجر

لایعنی وغیر مہم امور وہ ہیں جن کی کوئی حاجت نہ ہو، جن سے کوئی اُخروی فائدہ نہ ہو۔ اور مہم امور وہ ہیں جن سے ضرورت دفع ہو نہ وہ جن میں لذت اندوزی وآسائش طلبی ہو۔ اور شیخ یوسف بن عمر نے فرمایا: لایعنی امور وہ ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور

---

[1] شرح اربعین للامام ابن حجر مکی

alahazratnetwork.org

والذی یعنیه هو الذی لایخاف فیه فوات ذلك[1] اھ مختصرا۔

یعنی و مہم وہ امور ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اھ مختصرا۔ (ت)

علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے:

الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورة حیاته فی معاشه وسلامته فی معاده، ومما لایعنیه التوسع فی الدنیا و طلب المناصب و الریاسة[2] اھ ملخصا۔

انسان کے لئے مہم وہ امور ہیں جو اس کی معاشی زندگی اور اُخروی سلامتی کی ضرورت سے متعلق ہوں اور لایعنی وغیر مہم امور دنیا کی وسعت اور منصب و ریاست کی طلب ہے اھ ملخصًا (ت)

تیسیر میں ہے:

الذی یعنیه ما تعلق بضرورة حیاته فی معاشه دون ما زاد۔ قال الغزالی حد مالایعنی هو الذی لو ترك لم یفت به ثواب و لم ینجر به ضرر[3]۔

مہم امر وہ ہے جو اس کی معاشی زندگی کی ضرورت سے وابستہ ہو وہ نہیں جو زیادہ ہو۔ اور امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسے ترک کردے تو اس سے کوئی ثواب فوت نہ ہو اور اس سے کوئی ضرر عائد نہ ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مرقاۃ میں ہے:

حقیقة مالایعنیه مالایحتاج الیه فی ضرورة دینه و دنیاه ولا ینفعه فی مرضاة مولاه بان یکون عیشه بدونه ممکنا، وهو فی استقامة حاله بغیره متمکنا، قال الغزالی وحد مالایعنیك ان تتکلم بکل مالو سکت عنه

لایعنی کی حقیقت یہ ہے کہ دین و دنیا کی ضرورت میں اس سے کام نہ ہو اور رضائے مولٰی میں وہ نفع بخش نہ ہو اس طرح کہ وہ اس کے بغیر زندگی گزار سکتا ہو اور وہ نہ ہو تو بھی وہ اپنی حالت درست رکھ سکتا ہو ــــ امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی حد یہ ہے کہ تم ایسی بات بولو جو

---

[1] شرح اربعین للامام ابن عطیہ مالکی

[2] المجالس السنیۃ فی الکلام علی الاربعین للنوویۃ المجلس الثانی عشر الخ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ص ۴۶، ۴۷

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من حسن اسلام المرء الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۸۱

لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولا مآل ومثاله ان تجلس مع قوم فتحکی معهم اسفارك وما رأیت فیها من جبال وانهار، وما وقع لك من الوقائع ، وما استحسنته من الاطعمة والثیاب ، وما تعجبت منه من مشائخ البلاد ووقائعهم ، فهذه امور لوسکت عنها لم تأثم ولم تتضرر، واذا بالغت فی الاجتهاد حتی لم یمتزج بحکایتك زیادة ولا نقصان ، ولا تزکیة نفس من حیث التفاخر بمشاهدة الاحوال العظیمة ، ولا اغتیاب لشخص ، ولا مذمة لشیئ مما خلقه الله تعالٰی ، فانت مع ذلك کله مضیع زمانك ، ومحاسب علی عمل لسانك اذ تستبدل الذی هو ادنٰی بالذی هو خیر ، لانك لو صرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر بما ینفتح ، لکن من نفحات رحمة الله تعالٰی ما یعظم جدواه ولو سبحت الله تعالٰی بنی لك بها قصر فی الجنة ، ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدله مدرةعـه لا ینتفع بها

عـه وقع فی نسخة المرقاة المطبوعة مصر بدرة بالباء وهو تصحیف اھ منه۔

نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے نہ حال و مآل میں اس سے تمھیں کوئی ضرر ہوتا ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بیٹھ کر لوگوں سے تم اپنے سفروں کا قصہ بیان کرو اور یہ کہ میں نے اتنے پہاڑ اتنے دریا دیکھے اور یہ یہ واقعات پیش آئے اتنے عمدہ کھانوں اور کپڑوں سے سابقہ پڑا ، اور ایسے ایسے مشائخِ بلاد سے ملاقات ہوئی ان کے واقعات یہ ہیں ۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو تم نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے ، نہ ان سے تمھیں کوئی ضرر ہوتا ــ اور جب تمھاری پوری کوشش یہ ہو کہ تمھاری حکایت میں نہ کسی کمی بیشی کی آمیزش ہو ، نہ ان عظیم احوال کے مشاہدہ پر تفاخر کے اعتبار سے خودستائی کا شائبہ ہو ، نہ کسی انسان کی غیبت ہو ، نہ خدائے تعالٰی کی مخلوقات میں سے کسی شیئ کی مذمت ہو تو ان ساری احتیاطوں کے بعد بھی تم اپنا وقت برباد کرنے والے ہو اور تم سے اپنی زبان کے عمل پر حساب ہوگا اس لئے کہ تم خیر کے عوض اسے لے رہے ہو جو ادنٰی و کمتر ہے ، کیونکہ گفتگو کا یہ وقت اگر تم ذکر و فکر میں صرف کرتے تو رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تم پر وہ درِ فیض کشادہ ہوتا جس کا نفع عظیم ہوتا ' اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح کرتے تو اس کے بدلے تمھارے لئے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا ۔ جو ایک خزانہ لے سکتا ہو مگر اسے چھوڑ کر ایک بے کار کا ڈھیلا اٹھالے تو وہ کھلے ہوئے خسارہ

عـه مرقاۃ کے مطبوعہ مصر نسخہ میں مدرہ کی جگہ باء سے بدرہ چھپا ہوا ہے یہ تصحیف ہے ۱۲ منہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

کان خاسرا خسرانا مبینا، وھذا اعلٰی فرض السلامۃ من الوقوع فی کلام المعصیۃ وانّٰی تسلم من الاٰفات التی ذکرناھا۔[1]

اورصریح نقصان کاشکار اور یہ اس مفروضہ پر ہے کہ معصیت کی بات میں پڑنے سے سلامت رہ جاؤ، اوران آفتوں سے سلامتی کہاں جو ہم نے ذکرکیں(ت)

ف۱ خلاصہ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یادنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا یا رسائی حاصل کرنا اسی قدر امر مہم ہے اوراس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب ریاستیں غرض جملہ افعال واقوال و احوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو اوران کے ترک میں نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وہ قابل ترک ہے مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے[1] اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے یہ یہ[2] معاملے پیش آئے فلاں[3] فلاں کھانے اور لباس عمدہ پائے ایسے[4] ایسے مشایخ سے

عہ۱ اقول مگر جبکہ نیت بیان عجائب صنعت وحکمت وقدرت ربانی وذکر الٰہی ہو قال اللہ تعالٰی فی الاٰفاق[2] وفی انفسکم افلا تبصرون ۱۲ منہ (اللہ تعالٰی نے فرمایا: دنیا بھر میں، اور خود تم میں کتنی نشانیاں ہیں تو کیا تمہیں سُوجھتا نہیں۔ ت)

عہ۲ اقول مگر جبکہ ان کے ذکر میں اپنی یا سامعین کی منفعت دینی ہو اور خالص اُسی کا قصد کرے قال تعالٰی وذکرھم بایّٰم اللہ[3] (اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ ت) ۱۲ منہ۔

عہ۳ اقول مگر جبکہ اس سے مقصود اپنے اوپر احسانات الٰہی کا بیان ہو کہ ایسی جگہ ایسی بے سروسامانی میں مجھ سے ناچیز کو اپنے کرم سے ایسا ایسا عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالٰی واما بنعمۃ ربک فحدث[4] (اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) ۱۲ منہ۔

عہ۴ اقول مگر جب کہ علمائے سنت وصلحائے امت کے فضائل کا نشر اور سامعین کو ان سے استفادہ کی طرف ترغیب مقصود ہو عند ذکر الصّٰلحین تنزل الرحمۃ[5] (صالحین کے ذکر پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ت)

ف: حدیث دائمہ کی جلیل نصیحت: لایعنی باتوں کاموں کے ترک کی ہدایت اور لایعنی کے معنی کا بیان۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان تحت الحدیث ۴۸۴۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۸۵ و ۵۸۶

[2] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۰، ۲۱ [3] القرآن الکریم ۱۴/ ۵ [4] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

[5] کشف الخفاء حدیث ۱۷۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۵

www.alahazratnetwork.org

ملنا ہوا، یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا[عہ1] اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی بیشی[عہ2] نہ ہونے پائے، نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے، نہ اس[عہ3] میں کسی شخص کی غیبت ہو نہ اللہ تعالٰی کی پیدا کی[عہ4] ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی

عہ1 اقول ثواب ملنا بھی ایک نوع ضرر ہے، خود امام غزالی رحمہ اللہ سے بحوالہ تیسیر اور کلام ابن عطیہ مرقاۃ میں گزرا کہ جو کچھ آخرت میں نافع ہو لایعنی نہیں، ورنہ اس کے یہ معنی لیں کہ جس کے ترک میں نہ گناہِ اخروی نہ ضررِ دنیوی تو تمام مستحبات بھی داخل لایعنی ہو جائیں گے اور وہ بداہۃً باطل ہے ۱۲ منہ

عہ2 اقول یعنی وہ کمی جس سے معنی کلام بدل جائیں جیسے کسی ضروری استثنا کا ترک ورنہ جبکہ ترکِ کُل میں گناہ نہیں ترکِ بعض میں کیوں ہونے لگا ۱۲ منہ۔

عہ3 اقول مگر جبکہ جس کی برائی بیان کی وہ گمراہ بدمذہب ہو کر ان کی شناعت سے مسلمانوں کو مطلع کرنا واجباتِ دینیہ سے ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[1] کیا فاجر کی برائی بیان کرنے سے پرہیز رکھتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر میں جو شناعتیں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے پرہیز کریں۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والامام الترمذی الحکیم فی النوادر والحاکم فی الکنٰی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب فی التاریخ عن معٰویۃ بن حیدۃ القشیری والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ۔

عہ4 اقول مگر جبکہ اس میں مصلحت دینیہ ہو اور معاذ اللہ اعتراض کے پہلو سے پاک ہو جیسے کچھ لوگ کسی طرف عازمِ سفر ہیں ان کو بتانا کہ فلاں راستہ بہت خراب ہے اس سے نہ جانا یا کوئی کسی عورت سے نکاح چاہتا ہے اسے اس کی صورت نسب وغیرہ میں عیوب معلوم ہیں ان کو خالص خیر خواہی کی نیت سے بیان کرنا لحدیث ان فی اعین الانصار شیئا، رواہ مسلم[2] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

---

[1] نوادر الاصول الاصل السادس والستون والمائۃ فی ذکر الفاجر دار صادر بیروت ص ۲۱۳
السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب الرجل من اہل الفقہ الخ " " " ۱۰/ ۲۱۰
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۴۱۸
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الخطیب وغیرہ کتاب آفات اللسان دار الفکر بیروت ۷/ ۵۵۶
[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب ندب من اراد نکاح امرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۶

www.alahazratnetwork.org

احتیاطوں کے بعد بھی اُس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اُتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنیٰ بات اختیار کر رہا ہے اس لئے کہ جتنی دیر تُو نے یہ باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اس کی نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صرف کرتا تو غالباً رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیحِ الٰہی کرتا تو تیرے لئے جنت میں محل[عـه۱] چُنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک نکما ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیاں کار ہو، اور یہ سب بھی اُس تقدیر پر ہے کہ کلامِ معصیت سے بچ جائے، اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں اُن سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو، ہاں مثلاً چارپائی ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اس پر باعث نہ ہوگا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ دیکھنے والے اسے موسوس جانیں گے اور بلا ضرورتِ شرعیہ محلِ تہمت میں پڑنا ضرور مکروہ ہے

فیذکر[عـه۲] عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[1] وفی الباب عن

کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ جو خدا اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ ٹھہرے اور اس باب میں امیر المومنین

www.alahazratnetwork.org

عـه۱ **اقول** ہر بار تسبیح الٰہی کرنے پر جنت میں ایک پیڑ بویا جانا احادیثِ کثیرہ[2] میں ہے من احادیث ابن مسعود وابن عباس وابن عمر وجابر وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اما بناء القصر فاللہ تعالٰی اعلم۔

عـه۲ اوردہ فی الکشاف من اٰخر سورۃ الاحزاب والعلامۃ الشرنبلالی قبیل سجود السھو من مراقی الفلاح۔

عـه۲ کشاف میں سورہ احزاب کے آخر میں اور علامہ شرنبلالی نے سجدہ سہو کے بیان میں مراقی الفلاح میں لکھا ہے۔ (ت)

---

[1] الکشاف تحت الآیۃ ۳۳/ ۵۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۵۵۸
کشف الخفاء حدیث ۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷
مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ " " " ص ۴۵۸

[2] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۴۷۵ و ۳۴۷۶ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۸۶ و ۲۸۷

امیرالمؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ[عـــہ] فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔(ت)

یہ منشاء قول دوم ہے۔

بالجملہ حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بے حاجت زیادت اگر باعتقادِ سنیت ہو مطلقاً ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دریا میں، اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً ممنوع و مکروہ تحریمی اگرچہ اعتقادِ سنیت نہ ہو، اور اگر نہ فسادِ عقیدت نہ اضاعت تو خلافِ ادب ہے مگر عادت کرے تو مکروہ تنزیہی۔ یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی فقہ جامع و فکر نافع و درک بالغ و نور بازغ و کمالِ توفیق و جمالِ تطبیق و حُسنِ تحقیق و عطرِ تدقیق، وباللہ التوفیق، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اقول اس تنقیح جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے:

اولاً اصل حکم وہی ہے جو امام محرر المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل میں ارشاد فرمایا کہ بقیہ احکام کے مناط عقیدت و اضاعت و عادت ہیں اور وہ نفسِ فعل سے زائد۔ فی نفسہ اس کا حکم اُسی قدر کہ قول سوم میں مذکور ہوا۔

ثانیاً دوم و سوم میں اُس زیادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظرِ صورت ہے ورنہ جب نہ معصیت نہ اضاعت تو حقیقتِ اسراف زنہار نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

ثالثاً دربارۂ زیادت منع و اجازت میں عادت و ندرت کو دخل نہیں کہ فسادِ عقیدت یا پانی کی اضاعت ہو تو ایک بار بھی جائز نہیں اور ان دونوں سے بری ہو تو بارہا بھی گناہ و معصیت نہیں کراہت تنزیہی جدا بات ہے، ہاں دربارۂ نقص یہ تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فسادِ عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی کہ تثلیث سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف زیادت کہ ترکِ تثلیث نہیں بلکہ تثلیث پوری کرکے

[عـــہ] رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال من اقام نفسہ مقام التھمۃ فلا یلومن اساء الظن بہ[1] ۱۲ منہ

[عـــہ] خرائطی نے مکارم الاخلاق میں امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے تہمت کی جگہ اپنے آپ کو پہنچایا تو بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق تحت الحدیث ۸۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷

زیادت ہے۔

وبہ ظہر ضعف[ف] مامر عن العلامۃ ش فی التنبیہ الخامس من التوفیق بین نفی البدائع الکراھۃ ای التحریمیۃ عن الزیادۃ علی الثلاث والنقص عنہا عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفتح وغیرہ بثبوتہا اذا زاد او نقص لغیر حاجۃ بان محمل الاول اذا فعلہ مرۃ والثانی علی الاعتیاد فھذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادۃ۔

اسی سے اس تطبیق کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو علامہ شامی سے ہم نے تنبیہ پنجم میں نقل کی۔ تفصیل یہ کہ صاحبِ بدائع نے تین بار سے کم وبیش دھونے سے متعلق بتایا کہ اگر (کمی بیشی کے مسنون ہونے) کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہیں یعنی مکروہ تحریمی نہیں۔ اور صاحبِ فتح القدیر وغیرہ نے پتا دیا کہ اگر زیادتی یا بے حاجت کمی کرے تو کراہت ثابت ہے اگرچہ وہ تین بار دھونے کو ہی مسنون مانتا ہو۔ علامہ شامی کی تطبیق یہ ہے کہ نفیِ بدائع کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی ایک بار کمی بیشی کا مرتکب ہُوا تو کراہت نہیں اور فتح وغیرہ کے اثبات کراہت کا معنٰی یہ ہے کہ اگر کمی یا زیادتی کی عادت کرے تو کراہت ہے۔ اس تطبیق پر کلام یہ ہے کہ کمی کی صورت میں تو یہ تسلیم ہے مگر زیادتی کی صورت میں تسلیم نہیں (جیسا کہ اوپر واضح ہوا۔ م)

اما الاستناد الی مفہوم تفریع الفتح وغیرہ[۱۲۵] المار ثمہ وقد تمسک بہ ایضا العلامۃ ط علی ان کراھۃ الاسراف کراھۃ تحریم حیث قال "اقول یاثم بالاسراف ولو اعتقد سنیۃ الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفھوم (ای بیان مفھوم قولھم ان الحدیث

اب ایک بحث اور رہ گئی کہ فتح القدیر وغیرہ میں جیسا کہ وہاں گزرا وعید حدیث کو عدمِ اعتقاد پر محمول کرکے یہ تفریع کی ہے کہ اگر کسی حاجت کے تحت کمی بیشی کی تو اس میں حرج نہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بلاحاجت کمی بیشی ہے تو مکروہ ہے۔ اس تفریع کے مفہوم سے علامہ شامی نے اسراف[ف] کی کراہت پر استناد کیا ہے اور اس سے

ف: حدیث و ائمہ کی جلیل نصیحت، لایعنی باتوں کاموں کے ترک کی ہدایت، اور لایعنی کے معنے کا بیان۔

www.alahazratnetwork.org

محمول علی الاعتقاد) حتی لو رأی سنیۃ العدد و زاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب او نقص لحاجۃ فلا باس بہ (ای فافاد ان لو زاد بلاغرض کان فیہ باس) ولو کان کما ذکر (ان لاباس الا فی الاعتقاد) لاتکرہ الزیادۃ مطلقا اھ[1] مزیدا منا بین الاھلۃ۔

علامہ طحطاوی نے بھی اسراف کی کراہت تحریم پر استناد کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں اگر صرف تثلیث کے مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی اسراف سے گنہگار ہو جائے گا۔ اسی لئے مفہوم میں ("حدیث اعتقاد پر محمول ہے" اِس کلام کے مفہوم کے بیان میں) علما نے کہا ہے کہ "اگر تین کے عدد کو مسنون مانتا ہو اور وضو علی الوضو کے ارادے سے یا اطمینان قلب کے لئے زیادتی کرے یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کرے تو کوئی حرج نہیں" — یعنی اس سے مستفاد یہ ہوا کہ اگر بلاغرض زیادہ کرے تو اس میں حرج ہے) اور اگر ایسا ہوتا جیسا ذکر کیا گیا (کہ حرج صرف اعتقاد خلاف میں ہے) تو "مطلقاً" زیادتی مکروہ نہ ہوتی آہ طحطاوی کی عبارت ہلالین کے درمیان ہمارے اضافوں کے ساتھ ختم ہوئی۔

وھذا ھو منزع کلام ش بید انہ حملہ علی التعود واطلق ط اقول ولاطلاقہ مستندات کما علمت امّا[ف] تفصیل ش ان الاسراف یکرہ تنزیہا ان وقع احیانا و تحریما ان تعود فلا اعلم من صرح بہ وکانہ اخذہ من جعل النھر

کلام شامی کا منشا بھی یہی ہے فرق یہ ہے کہ انھوں نے اسے عادت پر محمول کیا ہے اور طحطاوی نے مطلق رکھا ہے **اقول** اور ان کے اطلاق کی تائید میں کچھ قابلِ استناد عبارتیں ہیں جیسا کہ معلوم ہوا — رہی علامہ شامی کی یہ تفصیل کہ اسراف اگر احیاناً واقع ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور عادۃً ہو تو مکروہ تحریمی ہے، میرے علم میں کسی نے اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ علامہ شامی

ف: معروضۃ اخری علیہ

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطہارۃ المکتبۃ العربیۃ بیروت ۱/۲۷

www.alahazratnetwork.org

ترکه سنة مؤکدة مع خلافه له فی حمل الکراهة علی التحریم۔

فاقول هم انفسهم فی ابانة المفهوم[1] وشرح منطوقهم الحکم بالاعتقاد فذکروا تصویرا لایکون فیه الزیادة والنقص لاجل الاعتقاد بل لغرض اُخر لان العاقل لابد لفعله من غرض فاذا لم یکن المشی علی ما اعتقد فلیکن ما ذکروا فلا یدل علی ادارة الامر علی هذا التصویر والا لخالف الشرح المشروح فان المشروح ناطه الاعتقاد وصرح ان لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنة لایلحقه الوعید کما تقدم عن البدائع وهذا ینوطه بشیئ اُخر غیرہ، وبالجملة لانسلم ان لشرح المفهوم مفهوما اُخر وان[2] سلم فمفهومه

نے شاید اس کو اس سے اخذ کیا ہے کہ صاحبِ نہر نے ترکِ اسراف کو سنّتِ مؤکدہ قرار دیا ہے باوجودیکہ صاحبِ نہر نے اسراف کی کراہت کا تحریمی ہونا ظاہر کیا تو علامہ شامی نے ان کی مخالفت کی ہے۔

اب تفریع مذکور کے مفہوم سے استناد پر **میں کہتا ہوں** وہ حضرات تو خود مفہوم کی توضیح کر رہے ہیں اور اس بات کی تشریح فرمارہے ہیں کہ حکم حدیث کو انھوں نے اعتقاد سے وابستہ رکھا ہے اسی کے لئے انھوں نے ایسی صورت پیش کی ہے جس میں زیادتی یا کمی اعتقاد کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور غرض کے تحت ہو۔ اس لئے کہ کارِ عاقل کے لئے کوئی غرض ہونا ضروری ہے۔ تو اگر اس کے اعتقاد پر نہ چلیں تو وہی ہونا چاہیے جو ان حضرات نے ذکر کیا (اب اگر اعتقاد کو بنیاد نہ مان کر مطلقاً اسراف کو مکروہِ تحریمی کہتے ہیں ۱۲م) تو یہ اس کو نہیں بتاتا کہ مدارِ کار اُس صورت پر ہے جو ان حضرات نے پیش کی ورنہ شرح اور مشروح میں مخالفت لازم آئے گی اس لئے کہ مشروح نے تو حکم کا مدار اعتقاد پر رکھا ہے اور یہ صراحت کردی ہے کہ اگر تین بار دھونے کو سنت مانتے ہوئے زیادتی یا کمی کی تو وعید اسے لاحق نہ ہوگی جیسا کہ بدائع سے نقل ہوا۔ اور شرح حکم کو اس کے علاوہ کسی اور چیز سے وابستہ کرتی ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ف۱: معروضة ثالثة علیه وعلی العلامة ط۔

ف۲: معروضة رابعة علی ش واخری علی ط۔

معارض لمنطوق البدائع وغیرھا والمنطوق مقدم فافھم۔

الحاصل ہم یہ نہیں مانتے کہ شرح مفہوم کا کوئی دوسرا مفہوم ہوسکتا ہے۔ اگر اسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کا مفہوم بدائع وغیرھا کے منطوق کے معارض ہے اور منطوق مقدم ہوتا ہے۔ تو اسے سمجھو۔

رابعاً جبکہ حدیث نے بے قید حال ومکان زیادت ونقص پر حکمِ اسارت وظلم وتعدی فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان اضاعت میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت، لہذا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے حدیث کو ایک منشاء ونیت یعنی اعتقاد سنیت پر حمل فرمایا جس سے بے قید حال ومکان مطلقاً حکم تعدی واسارت ہو۔

خامساً بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص وزیادت ہو تو وعید نہیں صحیح ونجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشاء وغایت ومقصد ونیت میں مواخذہ سے پاک ہے کما علمت ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (جیسا کہ واضح ہوا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہیے، اور خدا ہی مالکِ توفیق ہے۔ ت)

الحمدللہ اس امر نجیم اعنی حکم اسرافِ آب کا بیان ایسی وجہ جلیل وجمیل پر واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام:

برکات السماء فی حکم اسراف الماء

رکھنے کے قابل، والحمدللہ علٰی نعمہ الجلائل وصلی اللہ تعالٰی علی سید الاواخر والاوائل وآلہ وصحبہ الکرام الافاضل۔

فائدہ مہمہ[1]: وضو میں پانی زیادہ نہ خرچ ہونے کے لئے چند امور کا لحاظ رکھیں:

(۱) وضو[2] دیکھ دیکھ کر ہوشیاری واحتیاط کے ساتھ کریں، عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو

---

[1] : فائدہ: وہ باتیں جن کے لحاظ سے وضو میں پانی کم خرچ ہو۔

[2] : مسئلہ وضو میں جلدی نہ چاہیے بلکہ درنگ احتیاط کے ساتھ کرے، عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا، نماز بوڑھوں کی سی، یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔